عفت سحر طاہر

بس ایک لمحہ

پاک سوسائٹی

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

عفت سحر طاہر

بس اک لمحہ

مکمل ناول

"بس ذرا سا اپنے غصّے اور اکڑ پہ قابو پالو تو پارس ہو، تم کراتی عقل سے کام لو تب نا۔"

جب سے وہ دونوں اسکول سے نکلیں، عافیہ اس پر برس رہی تھی۔ اس کا ضبط کہاں اتنے کمال کا تھا، تنک کر بولی۔

"جب سامنے موجود شخص اپنی بدطینتی پر قابو نہیں پا سکتا تو میں اپنے غصّے پر قابو کیوں پاؤں۔"

"مصلحت پسندی بھی کسی چڑیا کا نام ہے۔" وہ اچھا خاصا چڑ گئی۔

"مفاد پرستی کو مصلحت کا نام مت دو۔" اس نے بھی غصے سے کہا۔

راستے میں آتے ہر پتھر کو وہ ٹھوکر سے اڑا رہی تھی جس سے عافیہ پر اس کی اندرونی کیفیت اچھی طرح واضح ہو رہی تھی۔

"چلو مفاد پرستی ہی سہی، دو منٹ کو اپنی زبان پر قابو پالیتیں تو آج نوکری سے جواب نہیں ملتا۔"

"زبان..... تم زبان کی بات کرتی ہو، آج تو میں ہاتھ پر بھی قابو پانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ وہ موٹی پرنسپل بچوں کے مستقبل سے کیسے کھیل رہی ہے۔"

اسے سوچ کے پھر سے غصہ آنے لگا۔

"لوگ سوچ سمجھ اور دیکھ بھال کے اپنے بچوں کا ایڈمیشن کراتے ہیں۔ تم کیا ان سے زیادہ سگی ہو ان بچوں کی؟"

عافیہ نے پھر سے اسے جھاڑا تو وہ رک کر خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر دانت کچکچا کر بولی۔

"لوگ تو بس نت نئے ناموں والے پرائیویٹ

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

انگلش میڈیم اسکولز ہی سے متاثر ہوجاتے ہیں مگر پلٹ کر یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اسکولز میں پڑھائی کا معیار کیا ہے۔ ٹیچرز کی کوالی فکیشنز کیا ہیں۔ اچھا سا اسکول اور مہنگی سی ٹیوشن۔ بیچ میں پڑھائی سے کسی کو غرض ہی نہیں۔ غضب خدا کا' اتنا مشکل کورس اور پڑھانے کے لیے ہم دونوں کے علاوہ تمام ٹیچرز میٹرک پاس۔ اب ماؤں کو کیا پتہ' وہ کون سا آکر ٹیچرز کی اسناد چیک کر رہی ہیں۔“

”وہ بھی تو بچوں کو اسکول اور ٹیوشن کے حوالے کر کے جیسے ہر فرض سے سبکدوش ہوجاتی ہیں۔ انہیں خود چیک رکھنا چاہیے۔“

عافیہ نے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا جو اسے پسند نہیں آیا۔

”تمہاری بھی تو ذمہ داری بنتی ہے نا۔ آج کچھ والدین کے سامنے میں نے نشان دہی کی ہے تو کئی لوگوں کو پتہ چلے گا کہ صرف انگلش میڈیم اسکول ہی نہیں' ٹیچرز کی کوالی فکیشن بھی دیکھنی چاہیے۔“

”چلو تم تو آج اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئیں' اب پتہ چلے گا' آٹا دال کس بھاؤ بک رہا ہے۔“ عافیہ نے طنز کیا تو وہ بھی ست پڑنے لگی۔ خاموشی سے سر جھکائے چلتی گلی سے نکل کر مین روڈ تک آتے وہ جیسے عافیہ سے خفا ہوگئی تھی۔

بے ہنگم ٹریفک' چلچلاتی دھوپ میں گرمی کے تاثر کو اور بڑھا رہی تھی۔ ہر طرف محسوس کن افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم' کسی کو کسی سے کوئی غرض دکھائی نہ دیتی تھی۔

”پتا نہیں ان سب کو کہاں پہنچنے کی جلدی ہے؟“ وہ بے زاری سے بولی تو عافیہ نے ٹیڑھی نظروں سے اسے دیکھا۔

”اب ہر کوئی تمہاری طرح ”فارغ شدہ“ تو نہیں۔ اپنی اپنی منزل پر پہنچنے کی دھن ہو تو ایسی ہی افراتفری دکھائی دیتی ہے۔ آج صبح تک تم بھی جس کا حصہ تھیں۔“ عافیہ نے بھرپور طنز کیا۔

مگر اس کے طنز کے تیر سہہ سہہ کے وہ عادی ہوچکی تھی' سو عافیہ کی کسی بھی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی تھی مگر فی الحال اس کی بے توجہی کی وجہ کچھ اور تھی۔ ٹریفک کے اژدھام سے گھبرایا سڑک کے اس پار کھڑا شخص ڈارک سن گلاسز لگائے ہاتھ میں چھڑی تھامے ہوئے تھا مگر نہ تو کوئی اس کی مدد کر رہا تھا اور نہ ہی ٹریفک رک رہی تھی۔

”حد ہوتی ہے بے حسی کی بھی۔“

وہ غصے سے بڑبڑاتی اندھا دھند سڑک پار کر گئی۔

عافیہ اسے پکارتی ہی رہ گئی تھی۔

اس نے جاتے ہی اس نابینا شخص کا ہاتھ تھاما تو وہ گڑبڑا گیا۔

”آپ کون؟“

”آپ صبح سے شام تک بھی یہاں کھڑے رہتے تو بھی کسی پر کوئی اثر نہیں ہونے والا۔ یہاں خود سے آگے بڑھ کر کسی کی مدد کرنا تو بھولی بسری حکایت بن کے رہ گیا ہے۔“

وہ پیشانی پر بل لیے تیز لہجے میں کہتی معاشرے کی بے حسی کی داستان سناتے ہوئے اس شخص کا ہاتھ تھامے سڑک پار کر گئی تھی۔

اس دوران وہ نابینا شخص کیا احتجاج کر رہا تھا' یہ ٹریفک کے شور میں اس نے سنا ہی نہیں۔

”یہ تمہاری بے نتھے بیل کی طرح بھاگنے کی عادت بہت بری ہے اور یہ کون ہیں؟“

عافیہ ابھی تک پریشان کھڑی تھی۔

”ان کے ہاتھ میں چھڑی دیکھ کر بھی نہیں سمجھ پائیں۔ تم بھی ان بے حس لوگوں میں شامل ہوچکی ہو جو زندگی کی تمام نشانیاں بھول چکے ہیں۔“

”مگر محترمہ! مجھ پر یہ مہربانی کیوں کی آپ نے؟“

وہ شخص اتنی دیر میں پہلی بار بولا تھا اور انداز بہت کڑوا تھا۔ وہ اس کی طرف پلٹی۔

”دیکھیے' میں آپ کے جذبات سمجھ سکتی ہوں' کسی کی مدد لینا آپ کو پسند نہیں ہوگا مگر یہاں تو دنیا آنکھوں والوں کو دھکیل کر آگے گزر جاتی ہے۔ آپ تو پھر...“

”نہیں تو پھر... کیا؟“ سن گلاسز اتار کر ہاتھ میں تھامے اب وہ اپنی گھور سیاہ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

وہ باقی کی بات بھول گئی۔

زندگی کی تمام تر چمک سے بھری دو روشن آنکھیں اس کے مقابل تھیں۔ عافیہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

”کیا یار...! اتنی دیر سے گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں' اب آبھی جاؤ۔“

اس کا دوست اپنی مسکراہٹ دباتا قریب آیا۔ یقیناً وہ بھی اس واقعہ کا عینی شاہد تھا اور خاصا محظوظ بھی ہو رہا تھا۔

”نہیں ذرا ”خدمت خلق“ کی شوقین محترمہ سے شرف ملاقات حاصل کر رہا تھا۔“

وہ طنزاً بولا تو اس کے تمام حواس بیدار ہونے لگے۔

یعنی اس کی مدد کو وہ کسی کھاتے ہی میں نہیں لا رہا تھا۔

”دیکھیے مسٹر! میں نے صرف انسانیت کے ناتے آپ کی مدد کی تھی' اب یہ آپ کی بدقسمتی ہے کہ آپ اندھے نہیں ہیں' ورنہ تو میرے شکر گزار ہوتے۔“

اس نے تنک کر کہا تو عافیہ اس کے جملے کی بے احتیاطی پر عش عش کر اٹھی۔

”یعنی... میں آپ کو اندھا دکھائی دے رہا ہوں' اور اگر میں اندھا ہوتا تو یہ میری خوش قسمتی ہوتی۔“

وہ اب اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”اُفف... تو پھر ضرورت ہی کیا ہے یہ چھڑی تھام کر سڑکوں پر پھرنے کی۔ خواہ مخواہ میری بھی دوڑ لگوادی۔ میں تو نابینا سمجھ کے آپ کی مدد کر رہی تھی۔“ وہ بھی جھلا کر رہ گئی تھی۔

”ایک اچھی خاصی صورت حال مذاق کا باعث بن گئی تھی۔ اس کا دوست ابھی بھی ہنس رہا تھا۔ اس نے مزید کچھ کہنے کی کوشش کی تو اسے بازو سے تھام کر کھینچتا ہوا لے گیا۔

”دیکھا' اسی بے صبری اور جلد بازی سے منع کرتی ہوں تمہیں۔“ عافیہ اسے لیکچر دینے کا کوئی موقع نہیں گنواتی تھی۔

”بہت ہی بدتمیز شخص تھا۔ ایک تو اس کے اندھے پن پر ترس کھا کر اسے مدد دی۔ الٹا مجھ ہی کو سنا کر چلا گیا۔“ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

”خدا کے لیے ثانیہ! اب سیدھے گھر چلو۔ مزید کسی تماشے سے نمٹنے کی سکت نہیں ہے مجھ میں۔“

عافیہ زچ ہو کر کہہ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس

ادارہ خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت تحفہ
خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا
تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے
خوبصورت سرورق
مضبوط جلد
آفسٹ چھپائی
قیمت: -/750 روپے
ڈاک خرچ: -/30 روپے
بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

کے ساتھ چل دی مگر ذہن بہت سی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"اور میری جاب ختم ہونے کا سن کر گھر میں جو تماشا کھڑا ہو گا وہ۔۔۔"

* * *

اگلے روز شام کو عافیہ اس سے ملنے آئی تو وہ اپنے اور سعدیہ کے مشترکہ کمرے میں سر منہ لپیٹے پڑی تھی۔ عافیہ کو دیکھ کر سستی سے اٹھ بیٹھی۔

"آج تمہاری چچی جان نے مجھے لفٹ نہیں کرائی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم انہیں اپنی جاب ختم ہونے کی اطلاع دے چکی ہو۔"

عافیہ نے اس کے چہرے کے تاثرات کھوجتے ہوئے بظاہر مسکرا کر کہا تھا۔

"وہ تو یوں بھی پتا چل ہی جاتا۔ سو میں نے کل آتے ہی بتا دیا۔" وہ سستی سے بولی تھی۔

"اس سے بہتر تھا کہ تم نئی جاب تلاش کرتی رہتیں۔ بعد میں بتا دیتیں۔" عافیہ کے مشورے پر وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"اور وہ جو مہینہ چڑھتے ہی تنخواہ مانگنے لگتی ہیں، اس کا کیا کرتی؟"

"تب تک کوئی تو جاب مل ہی جاتی۔"

"ایک تم اور ایک تمہاری خوش فہمیاں۔" اس نے گہری سانس بھری تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ گھر کے حالات کیسے ہیں؟"

عافیہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ کل سے وہ خود ثانیہ کی طرف سے بہت پریشان تھی۔

"کیسے ہو سکتے ہیں؟" اس نے الٹا سوال کیا تھا پھر مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولی۔

"ویسے ہی ہیں جیسے میرے جاب کرنے سے پہلے تھے۔ کوئی لفٹ نہیں کرا رہا، اٹھتے بیٹھتے چچی جان مہنگائی اور غربت کا رونا رو رہی ہیں بلکہ اس بار تو چچا جان کا موڈ بھی آف ہے۔"

"تم بھی تو حد کرتی ہو ثانیہ! تیسری نوکری کو لات ماری ہے تم نے، اسی لیے تو کہتی ہوں کہ مصلحت پسندی سے بھی کام لے لیا کرو۔ آدمی بہت سی ممکنہ پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔"

عافیہ متفکر تھی پھر اس نے اپنے پرس میں سے کچھ روپے نکال کر اس کی طرف بڑھائے تو وہ بدک گئی۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ میں نہیں دے رہی، پرنسپل نے تمہاری بیس دنوں کی پے بھجوائی ہے۔" اس کے مزاج کے پیش نظر عافیہ نے فی الفور وضاحت کی تو اس نے مسکراتے ہوئے روپے تھام لیے۔

"شکر ہے اتنی تو انسانیت باقی ہے ان میں۔"

"ان میں تو پتہ نہیں باقی ہے یا نہیں مگر یہ روپے میں خود جا کر تمہاری طرف سے ڈیمانڈ کر کے لائی ہوں۔ ویسے تو شاید وہ دبا ہی جاتیں۔"

عافیہ نے صاف گوئی سے کہا تو وہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ تمہاری محنت کی کمائی ہے، اس لیے مجھے اچھا نہیں لگا کہ یونہی چھوڑ دی جائے۔"

عافیہ نے پھر وضاحت کی تھی۔

کئی لمحے خاموشی کی لپیٹ میں گزرے تھے، پھر عافیہ ہی نے اس سکوت کو توڑا۔

"اب کیا سوچا ہے تم نے۔ یوں گھر بیٹھے تو کوئی بھی تمہیں زندگی گزارنے نہیں دے گا۔"

"کرنا کیا ہے پھر سے کوئی نوکری تلاش کرنا ہو گی۔"

وہ اطمینان سے بولی۔ اس کے انداز میں پریشانی کی کوئی جھلک موجود نہ تھی۔

اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس کا یہ اطمینان اور سکون عافیہ کو بہت اچھا لگتا تھا۔ اس کے اندر لاکھ طوفان ہوتے مگر بظاہر وہ بہت پُرسکون رہتی تھی۔

"کس قسم کی نوکری۔۔۔؟"

عافیہ نے استفسار کیا تو وہ بولی۔

"یہ تو طے ہے کہ اب کسی اسکول میں جاب نہیں کروں گی۔"

"بی ایس سی کر کے بغیر کسی تجربے کے کسی بھی آفس میں جاب نہیں ملتی۔" عافیہ نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"پھر بھی، میں اب کسی اسکول میں جاب نہیں کرنا چاہتی بلکہ ہر اس جگہ پر نہیں جہاں کرپشن ہو۔"

"پھر تو ڈائریکٹ اللہ میاں کے پاس جاب لگوانا پڑے گی تمہیں۔ ایک وہی جگہ بچی ہے کرپشن سے پاک۔"

اس کے اطمینان سے کہنے پر عافیہ جل کر بولی تو وہ ہنسنے لگی۔ اسی وقت سعدیہ نے اندر جھانکا تھا۔

"اگر میٹنگ ختم ہو گئی ہو تو آ کر کچن میں جھانک لو۔"

وہ پیغام رسانی کر کے چلی گئی تو عافیہ کو تاسف ہونے لگا۔

یہی سعدیہ جب ثانیہ جاب کرتی تھی تو اس کے آگے پیچھے پھرا کرتی تھی بلکہ گھر میں سب ہی اس سے بہت اچھے طریقے سے پیش آتے تھے مگر اب جبکہ وہ نوکری سے فارغ ہو گئی تھی تو کوئی بھی اس سے سیدھے منہ بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"اب میں چلتی ہوں۔" عافیہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم بھی کسی ویکنسی کا دھیان رکھنا عافی!"

ثانیہ نے جاتے جاتے اسے یاددہانی کرائی تو وہ اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

"یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔ میں بہت جلدی اس سلسلے میں کچھ کروں گی۔"

* * *

مگر اگلے دو ہفتوں تک جب کہیں سے کوئی سبیل نہ بنی تو چچا کے گھر کی زمین اس پہ تنگ پڑنے لگی۔

فرقان نے چچی جان سے روپے مانگے تو ان کو لگے ہاتھوں ثانیہ کو چار باتیں سنانے کا موقع مل گیا۔

"میں تو بمشکل دانے پانی کا پورا کر رہی ہوں، تم لوگوں کی عیاشیوں پر کہاں سے لگاؤں۔ بے غیرتوں کی طرح پڑے روٹیاں توڑنا بہت آسان ہے۔ ارے کچھ تو شرم کرو تم سب۔ ایک جان کمانے والی اور پانچ کھانے والے۔۔۔"

ثانیہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ گھر کے حالات اتنے خراب نہیں تھے جتنے کہ اس کی بے روزگاری کے دنوں میں چچی جان واویلے کر کے بتایا کرتی تھیں بلکہ اس کی ذمہ داری کا احساس انہیں اس سارے ڈرامے پر مجبور کرتا تھا، وہ جانتی تھیں کہ کل کو اسے بیاہنا بھی انہی کی ذمہ داری تھی، اس لیے اسے کسی نہ کسی کام سے لگائے ہی رکھتی تھیں۔ یہی تمام باتیں وہ بااحسن طریقے سے چچا جان کو بھی سمجھا چکی تھیں، اسی لیے وہ اپنے آوارہ بیٹے کو تو گھر بٹھا کر کھلا ہی لیتے مگر ثانیہ کی فراغت انہیں بھی بہت چبھتی تھی۔

ابھی رات ہی وہ کتنے اکھڑ لہجے میں اس سے کہہ رہے تھے۔

"تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں نوکری کرنا نہیں آتی۔ ساری بات احساس ذمہ داری کی ہوتی ہے۔ بس جی، پتہ ہے نا کہ چچا سر پر موجود ہے، گدھوں کی طرح محنت مزدوری کرنے والا، گھر بیٹھ کے زیادہ اچھے طریقے سے عیاشی کی جا سکتی ہے مگر میرے سر پر بھی دو بیٹیوں کا بوجھ ہے، میں یہ ڈرامے بازیاں برداشت نہیں کر سکتا۔ اپنا بوجھ خود اٹھانا سیکھو۔ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ چچا نے تربیت میں فرق ڈال دیا۔"

اور ثانیہ کو بہت اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ اب اس گھر اور اس کے مکینوں کے دلوں میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں بچی تھی۔

اس کا دل بہت زیادہ گھبرایا تو وہ عافیہ کی طرف چلی آئی۔ اتوار کی وجہ سے وہ گھر پر ہی موجود تھی، اسے دیکھ کر کھل اٹھی۔

عافیہ کی امی اور بھابھی بھی بہت اچھے طریقے سے ملی تھیں۔

"کیا بات ہے ثانی! پریشان ہو؟"

وہ اسے لیے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ چھوٹتے ہی پوچھا تو وہ قصداً مسکرا دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میری شکل پہ لکھا ہے کیا؟؟"

"سیدھی بات کرو ثانیہ! حالات کیسے جا رہے ہیں' میں تو صرف ان لوگوں کے سرد رویے کی وجہ سے تم سے ملنے نہیں آتی۔" وہ واقعی متفکر تھی۔

"اگر وہ تم سے سرد مہری کا مظاہرہ کر سکتے ہیں تو سوچ لو کہ میرے ساتھ کس حد تک جا سکتے ہیں۔"

وہ پہلی بار عافیہ کو بہت شکست خوردہ محسوس ہوئی تھی' ورنہ یہی ثانیہ تھی جو بڑی سے بڑی بات کو چٹکیوں میں اڑایا کرتی تھی۔

پھر دفعتاً" خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

"تم بتاؤ' میرے مسئلہ کا کوئی حل نکالا یا نہیں؟"

"آئم سوری ثانی! میں نے یقین کرو ہر کسی سے کہہ رکھا ہے مگر تمہارے معیار کی کوئی جاب نہیں ملی۔" وہ شرمسار ہونے لگی۔

جان سے پیارے دوست کو کسی ایسی تکلیف میں مبتلا دیکھنا جسے آپ بانٹ نہ پا رہے ہوں' بہت دکھ دیتا ہے۔

عافیہ بھی اسی غم کے حصار میں تھی۔

"میں نے سوچ لیا ہے' اگر مجھے کہیں جاب مل گئی تو میں اس گھر میں نہیں رہوں گی۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"خبردار جو کچھ الٹا سیدھا سوچا تو' اس گھر پر تمہارا بھی حق ہے جتنا کہ ان لوگوں کا ہے۔"

عافیہ نے اسے ڈپٹا مگر وہ اٹل لہجے میں بولی۔

"ہرگز نہیں' جب مکین ہی آپ کے نہ ہوں تو خالی در و دیوار کو اپنا کہنے کا کیا فائدہ۔ اگر روپے دے کر ہی ان سب کا موڈ اچھا کرنا ہے تو اس سے لاکھ درجے بہتر ہے کہ میں کہیں کرائے کے مکان میں رہ لوں۔"

"چاہے جاب کیسی بھی ہو؟"

عافیہ نے بہت جھجکتے ہوئے پوچھا تو وہ اس کے بستر پر دراز ہوتے ہوئے اکتا کر بولی۔

"اب تک زندگی کون سا میری شرائط کے مطابق گزر رہی ہے۔ ایک اور ان چاہا فیصلہ ہو بھی گیا تو کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"ایک جاب ہے تو... مگر شاید تمہیں پسند نہ آئے۔"

عافیہ بالکل سنجیدہ تھی۔ کہنی تلے تکیہ دباتے ہوئے وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اس جاب میں کوالیفکیشن کوئی بڑا مسئلہ نہیں' بس مخلصی شرط ہے۔"

"اُفوہ... بتاؤ تو جاب کیا ہے۔ حالات ایسے جا رہے ہیں کہ اگر مجھے کنویں میں بائیک چلانے کو کہا جائے تو وہ بھی کر لوں گی۔"

وہ بے صبری سے بولی تو عافیہ نے بتایا۔

"تمہیں یاد ہوگا سال بھر پہلے میں "ربانی ہاؤس" میں ایک بچے کو ٹیوشن پڑھانے جایا کرتی تھی۔"

"ہاں ہاں... کیا پھر سے اس کو پڑھانا ہے؟"

"نہیں..." اس کی بے صبری پر اسے خفیف سا گھورتے ہوئے عافیہ نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

"ان کی ایک بزرگ خاتون ہیں' ان کی دیکھ بھال کے لیے انہیں ایک مخلص عورت کی ضرورت ہے۔ خدانخواستہ وہ اپاہج یا پاگل وغیرہ نہیں ہیں' بس بڑھاپے اور جوڑوں کی شدید تکلیف کی وجہ سے وہ اپنے بہت سے کام نہیں کر سکتیں۔"

"تو گھر میں سے کوئی ان کی خدمت کیوں نہیں کرتا؟"

وہ بڑے غور سے عافیہ کی بات سن رہی تھی' اس کے سانس لینے کے لیے رکنے پر پوچھا تو وہ متاسفانہ انداز میں بولی۔

"اتنی فرصت کس کے پاس ہے کہ ایک بوڑھی خاتون کی پٹی سے لگ کے بیٹھ جائے۔ گھر میں بیٹا ہے' بہو اور پوتے پوتیاں ہیں مگر کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ ان کے کمرے ہی میں جھانک لے۔ تب ایک دن انہوں نے مجھ سے اس بارے میں بات کی تھی کہ کوئی نیک اور ضرورت مند خاتون مل جائے جو ان کی دیکھ بھال کر سکے' انہیں وقت پر کھانا اور میڈیسن وغیرہ دے۔ ان کی دیگر ضروریات کا خیال کرے۔ مختصر یہ کہ انہیں ایک عدد بیٹی کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ تنخواہ کے ساتھ ساتھ رہائش بھی دے رہے تھے۔"

"اب تک تو شاید انہیں کوئی مل بھی چکی ہو۔"

وہ مایوسی سے بولی تو اس کے انداز میں سو فیصد رضامندی کی جھلک پا کر عافیہ نے طمانیت سے کہا۔

"میں نے پتا کرایا ہے' انہیں ابھی تک ایسی کوئی خاتون نہیں ملی۔"

"تو پھر میں تیار ہوں' بس لوگ اعتبار والے ہونے چاہئیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اس طرف سے تم بے فکر رہو' لوگ بالکل اعتبار والے ہیں۔ میں خود سال بھر وہاں جاتی رہی ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سہیل بھائی ان ہی کے آفس میں کام کرتے ہیں۔ میں بھی انہی کے ریفرنس پر وہاں ٹیوشن پڑھاتی رہی ہوں۔ اب بھی انہوں نے ہی کہا ہے اس جاب کا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' آج ہی چلتے ہیں ان سے بات کرنے کے لیے۔"

وہ گھریلو حالات سے برگشتہ تھی' فوراً" تیار ہو گئی تو عافیہ نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اتنے بڑے گھر میں ایک بوڑھی عورت کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے۔" شاندار سے "ربانی ہاؤس" کے سامنے رکشے سے اترتے ہی یہ ثانیہ کا پہلا تبصرہ تھا۔

"جب خون سفید ہو جائے تو اپنے پرائے کی تمیز سب سے پہلے بھولتی ہے۔"

عافیہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تھا۔ شاید چوکیدار موجود نہیں تھا' ڈور بیل بجانے کے بعد انہیں کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا' پھر ایک لڑکی نے آ کر گیٹ کھولا اور انہیں سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے بولی۔

"اگر تم لوگ کسی اسکیم کی طرف سے آئی ہو تو ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی ہم کوئی پراڈکٹ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"ایکسکیوز می... ہم لوگ جاب کے سلسلے میں آئے ہیں۔ مسز ربانی کے لیے کسی..."

"اوہ... تو دادو کی خدمت گزاری کے لیے آئی ہیں آپ..." عافیہ کی بات کو تمسخرانہ انداز میں کاٹتے ہوئے وہ بھنویں اچکا کر بولی جبکہ ثانیہ ساری صورت حال کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

وہ انہیں ساتھ لیے اندر چلی آئی۔

"تم شاید وہی ہو نا جو عادل کو ٹیوشن بھی پڑھاتی رہی ہو۔"

وہ اب بھی اسی چبھتے ہوئے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ عافیہ نے مختصراً" اثبات میں جواب دے دیا۔

کوریڈور کے سرے پر پہلا کمرہ ہی مسز ربانی کا تھا۔

"دادو کو مشکل ہی سے کوئی پسند آتا ہے مگر میری دعا ہے کہ تم میں سے کوئی ان کے دل کو بھا جائے اور ہماری جان چھوٹے۔"

وہ کہتے ہوئے چلی گئی تھی' وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

ایک بے حد شاندار کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ دونوں جھجکیں۔

وال ٹو وال دبیز کارپٹ' مہنگا فرنیچر' خوبصورت وال پینٹنگز اور قیمتی ڈیکوریشن۔

برف جیسے سفید بالوں والی سرخ و سپید مسز ربانی ثانیہ کو پہلی نظر ہی میں بہت پسند آئی تھیں۔ ان کی عمر تو ستر پچھتر کے قریب تھی مگر چہرے مہرے سے وہ اتنی بزرگ نہیں لگتی تھیں۔

"دیکھو لڑکی! مجھے محض پیسوں کے لالچ میں نوکری کرنے والی عورت نہیں چاہیے۔ اگر تمہارا ایسا کوئی خیال ہے تو تم جا سکتی ہو۔"

ان کا لب و لہجہ بہت روکھا تھا۔ عافیہ نے بے ساختہ ثانیہ کی طرف دیکھا۔

"دیکھیں' محض دعووں سے بات نہیں بنتی۔ میں اپنی مخلصی کی قسمیں نہیں کھاؤں گی۔ بہرحال اتنا ضرور کہوں گی کہ میں آپ کی تمام ڈیمانڈز سے واقف ہوں اور ان پر رضامند ہونے کے بعد ہی یہاں آئی ہوں۔"

"ہوں..." وہ گہری نظروں سے ثانیہ کو دیکھ رہی تھیں۔

"میری ڈیمانڈ تو یہ بھی ہے کہ میرے پاس جاب

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کرنے والی چوبیس گھنٹے میرے ساتھ رہے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

وہ جس طرح اچانک بولی تھی' اس پر مسز ربانی تو حیران ہوئی ہی تھیں' عافیہ بھی سٹپٹا گئی۔

"پہلے گھر میں تو پوچھ لو ثانیہ۔۔۔"

"کس سے پوچھ لوں' ماں باپ سے یا بھائی بہن سے؟"

اس نے تلخی سے کہا تو وہ چپ سی ہو گئی۔

"کیا تمہارا اپنا گھر نہیں ہے؟"

مسز ربانی کو اب اس معاملے میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔

جواباً" ثانیہ نے انہیں مختصراً" اپنے تمام حالات بتا دیے۔

"ہوں۔۔۔ تو ٹھیک ہے' تم کل سے آجاؤ مگر میں پہلے ہی بتادوں کہ میں کسی بھی معاملے میں تم سے غیر مطمئن ہوئی تو تمہیں نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا' اس لیے بہت سوچ سمجھ کر چچا کا گھر چھوڑنا۔ یہ نہ ہو کہ کل کو نہ یہاں کی رہو نہ وہاں کی۔"

"آپ بے فکر رہیں' اس کی گارنٹی میں دیتی ہوں۔ آپ جانتی ہیں کہ میں پہلے بھی اس گھر میں جاب کر چکی ہوں۔ عادل کو پورا سال ٹیوشن پڑھائی ہے میں نے اور میرے بڑے بھائی آپ ہی کی فیکٹری میں جاب کر رہے ہیں اور ایک بار آپ نے بھی مجھ سے کہا تھا کسی ایماندار خاتون کے لیے۔"

"تو پھر تم کل سے آجانا' میں تمہیں سارا کام سمجھا دوں گی۔"

انہوں نے ثانیہ سے کہا تو وہ متشکر سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تنخواہ نہیں پوچھو گی؟"

انہوں نے قدرے حیرت سے پوچھا تو وہ طمانیت سے بولی۔

"میرے لیے سب سے بڑا مسئلہ سر چھپانے کا ٹھکانہ تھا' وہ حل ہو گیا تو باقی کوئی مشکل ہی نہیں رہی۔"

"پھر بھی' میں کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتی۔ فی الحال میں تمہیں پانچ ہزار مہینہ دوں گی اور جب مطمئن ہو جاؤں گی تو اپنی مرضی سے اس رقم کو بڑھا دوں گی۔"

انہوں نے صاف گوئی سے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

عافیہ بھی خوش ہو گئی تھی۔ رہائش کے ساتھ پانچ ہزار کی آفر بہت پرکشش تھی۔ وہ بھی اس صورت میں کہ گھرانہ بھی با اعتماد تھا اور کام بھی اتنا مشکل نہیں تھا۔

"شکر ہے اللہ کا' یہ مشکل تو حل ہوئی۔"

واپسی پر وہ بہت مطمئن تھی مگر عافیہ اتنی خوش نہیں تھی۔

"پہلے تم گھر میں بات تو کرلیتیں ثانی! وہ لوگ تمہیں کسی کے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔"

"میں ان کی مرضی کی پابند نہیں ہوں اور ویسے بھی وہ لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ میں کسی بھی صورت اپنا بوجھ ان کے سر سے ہٹاؤں۔" وہ اطمینان سے بولی تھی۔

"پھر بھی ثانیہ۔۔۔"

"اُف۔۔۔ اب بس بھی کرو اور ذرا مجھے خوش ہو لینے دو۔ موسم بھی دیکھو کتنا خوبصورت ہو رہا ہے۔ یہ بھی شاید میری خوشی میں خوش ہے۔"

وہ آنکھیں بند کرکے ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرتی دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلائے گھوم سی گئی تھی۔

مگر کار کے زوردار انداز میں چرچرانے والے ٹائروں کی آواز نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا۔ اپنی بے خودی میں وہ سڑک پر اتر آئی تھی۔ یکدم موڑ کاٹنے والی گاڑی کے ڈرائیور نے بریک کیسے لگائی' یہ وہی جانتا تھا۔

وہ گاڑی بند کرتا بہت نیچے اترا تھا۔

"یہ کون سا طریقہ ہے خودکشی کرنے کا؟"

"خدا نہ کرے' میں کیوں خودکشی کرنے لگی؟" وہ برا مان گئی تھی۔

"تو پھر عین سڑک کے بیچ اٹکھیلیاں کرنے کا مشورہ آپ کو کس ڈاکٹر نے دیا ہے؟"

وہ اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا' حواس باختہ کھڑی عافیہ فوراً" آگے بڑھی تھی۔

"آئم سوری۔۔۔ دیکھیے یہ غلطی سے سڑک کے درمیان آگئی تھی۔"

"خبردار جو کوئی سوری کیا ہو تو' میں کوئی غلطی سے نہیں بلکہ بقائمی ہوش و حواس سڑک کے درمیان آئی تھی اور کہاں بورڈ لگا ہے کہ پیدل چلنے والوں کا سڑک پر آنا منع ہے؟"

لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر بولی تو وہ ٹھٹک سا گیا۔ بغور اسے دیکھا۔ یہ انداز یہ آواز کچھ جانی پہچانی سی محسوس ہوئی تھی۔

اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

یہ وہی لڑکی تھی جس نے اسے اندھا سمجھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر زبردستی روڈ کراس کرادی تھی۔

اسی اثناء میں عافیہ بھی اسے پہچان چکی تھی' تب ہی تو نادم ہو رہی تھی مگر ثانیہ صاحبہ اپنی جذباتیت میں کوئی بات سمجھ جائیں یہ ناممکنات میں سے تھا۔

"آپ کو اپنے ڈراموں کے لیے اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ خوامخواہ کسی دن اوپر اٹھ گئیں تو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔"

وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ثانیہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ارے۔۔۔ آپ کے منہ میں خاک۔ میں کیوں مرنے لگی بھلا اور یہ سڑک کون سا آپ کی بیگم کو جہیز میں ملی ہے جس پر صرف آپ ہی چل سکتے ہیں۔ خبردار جو مجھے کوئی بددعا دینے کی کوشش کی ہو تو۔۔۔"

بکتے جھکتے ہی وہ شروع ہو گئی تھی۔

وہ کوفت سے سر ہلاتا گاڑی میں جا بیٹھا۔

عافیہ نے اسے بازو سے تھام کر کنارے پر گھسیٹ لیا جو دھول اڑاتی گاڑی کے پیچھے اب بھی باتیں سنا رہی تھی۔

"ہماری خوشی غارت کردی اس سڑیل نے۔"

"تم نے بھی تو قسم ہی کھالی ہے اس کو ستانے کی۔"

عافیہ نے اسے ڈانٹا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ وہی تھا جسے اندھا سمجھ کر تم نے سڑک پار کرائی تھی۔"

عافیہ نے یاد دلایا تو بے ساختہ اس کے ہونٹوں سے گہری سانس خارج ہوئی تھی' اس نے سر ہلایا۔

"میں بھی کہوں" یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے۔"

گھر پہنچتے ہی اس نے اپنی جاب کا مژدہ سنایا تو چچی جان کے لب و لہجے کی شیرینی واپس لوٹتے دیر نہیں لگی بلکہ نازیہ اور سعدیہ بھی اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"پانچ ہزار۔۔۔" چچی جان کی رال ٹپکنے کو تھی۔

"ہمارا کیا ہے ان کی تلی بندھی تنخواہ میں بھی گزارا ہو ہی رہا ہے۔ اچھا ہے اپنے لیے ہی کچھ جمع کرلو گی۔"

بظاہر بڑی سادگی سے بولیں تو ان کی چالاکی پر ثانیہ مسکرا دی۔

"مگر ایک اور مسئلہ بھی ہے۔"

اس نے کہا تو چچی جان کی رنگت پھیکی پڑنے لگی۔

اس نے اپنی جاب کی نوعیت اور چوبیس گھنٹے ڈیوٹی والی بات بتائی تو ان کا چہرہ پھر سے چمک اٹھا۔

"ارے۔۔۔ تو اس میں کون سی معیوب بات ہے اور ویسے بھی بوڑھی عورت کی خدمت کرکے دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ مل جائے گا تمہیں۔"

"اور اگر چچا جان نے کوئی اعتراض کیا تو؟"

وہ مطمئن ہونے لگی تھی۔

"ارے انہیں میں خود سمجھالوں گی۔ تم بسم اللہ کرو۔" وہ چہک کر بولی تھیں۔ ساتھ ہی اپنی بیٹیوں کو ٹہوکا دیا۔

"چلو اٹھ کر بہن کی پیکنگ میں مدد کراؤ۔ کل سے جاب کے لیے جانا ہے اس نے۔"

اور وہ دونوں بہت خوشی سے اٹھ گئی تھیں۔

وہ جو اتنی دیر سے بہت خوش تھی' اب خالی خالی نظروں سے ان کے جوش کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ شاید چچا جان اسے اس جاب سے

روک دیں مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، اس کے برعکس انہوں نے بڑے کھلے دل سے اسے نا صرف اس نوکری کی اجازت دی بلکہ اسے نوکری کرنے کے چند سنہری اصول بھی بتائے تھے، جنہیں وہ سر جھکائے خاموشی سے سنتی رہی۔

صاف ظاہر تھا کہ چچی جان ان کی بہت اچھی طرح برین واشنگ کرچکی تھیں۔

"پہلی کے پہلی آجایا کرنا، یہ نہ ہو کہ نئی نوکری کے چکر میں ہمیں بھول ہی جاؤ۔"

چچی جان نے بڑی لگاوٹ کا مظاہرہ کیا تو ان کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ پھیکے انداز میں مسکرادی۔

* * *

بہت برے دل کے ساتھ وہ "ربانی ہاؤس" آئی تھی، جہاں ایک نئی زندگی اس کی منتظر تھی۔

وہ اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ اندر داخل ہوئی تو لان میں سب لوگ شام کی چائے پر جمع تھے۔

اس بہت سی چبھتی ہوئی اور تمسخرانہ نگاہوں کا سامنا کرنا پڑا تھا بلکہ چند ایک نے تو طنزیہ جملے بھی اچھالے تھے۔

مگر وہ ہر بات نظر انداز کرتی برآمدے کا دروازہ کھول کر سیدھی مسز ربانی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

وہ اپنے بستر پر نیم دراز تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔

اس کے سلام کا جواب انہوں نے سر کی جنبش سے دیا تھا۔

دعا کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"کیسی ہو تم؟"

"جی ٹھیک ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

وہ اتنی رقیق القلب کبھی بھی نہیں رہی تھی، جانے آج کیوں دل بھر آرہا تھا۔ حالانکہ کل تک وہ اس نوکری سے بہت خوش تھی۔

"گھر میں کسی نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا؟"

"جی نہیں۔"

اپنے سفری بیگ کو پیروں کے پاس رکھے وہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔" انہوں نے اپنے بستر کے پاس رکھے آرام دہ سنگل صوفہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ان کا حکم بجالائی۔

"اس گھر میں کہنے کو تو سب ہی میرے اپنے ہیں مگر زندگی کی تیز رفتاری انہیں اتنی مہلت نہیں دیتی کہ رک کر دو گھڑی میرے کمرے میں بھی جھانک لیں۔ میرے دو بیٹے ہیں، بڑا بیٹا مکرم جو اپنی فیملی کے ساتھ نیویارک میں ہے اور چھوٹا معظم جو میرے ساتھ رہتا ہے۔ اس کی بیوی ذرا اور مزاج کی ہے، اور اولاد بھی اسی پر پڑی ہے، بدلحاظ۔ کسی کو بھی اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ بوڑھی دادی سے دو پیار کی باتیں ہی کرلے۔"

وہ بتا رہی تھیں اور ثانیہ کے ذہن میں اس لڑکی کے انداز و الفاظ گھوم گئے، جس نے کل گیٹ کھولا تھا۔

"مجھے وقت پر کھانا دینا یاد نہیں رہتا تو کبھی میری دوا کا وقت بھول جاتے ہیں مگر ایک ہے اس دنیا میں جسے سب سے زیادہ میری چاہت اور میرا خیال ہے۔" ان کے ہونٹوں پر پیاری سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

وہ پوری توجہ سے ان کی طرف متوجہ تھی۔

"عیسیٰ ۔۔۔ میرا سب سے بڑا پوتا۔ مکرم کا بیٹا ہے۔ بیوی کے مرنے کے بعد مکرم نے دوسری شادی کرلی۔ دوسری اولاد میں کھو کر شاید وہ عیسیٰ کی حق تلفی کرنے لگا تھا یا شاید عیسیٰ ہی اپنے سوتیلے رشتوں کو قبول نہیں کرپایا، تب ہی میرے پاس چلا آتا تھا ہر سال، اور کبھی سال میں دو تین مرتبہ۔ مگر اب تو اس نے یہیں اپنا بزنس سیٹ کرلیا ہے، صرف میری خاطر۔ وہ مجھے تنہا چھوڑ کے جانا نہیں چاہتا۔ اسے میری ضروریات کی بہت فکر رہتی ہے، اسی نے میری دیکھ بھال کے لیے کسی عورت کا کہا تھا۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ میرے کھانے پینے سے لے کر پہننے اوڑھنے اور دوا دینے تک کا خیال رکھو، ورنہ میں تمہیں فارغ کرنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گی۔"

ان کی دھمکی ثانیہ کو بالکل بھی بری نہیں لگی تھی۔

ایک ایسی عورت، جو اپنوں کی بیگانگی کے تمام رنگ دیکھ چکی تھی، ایسا رویہ روا رکھنا اس کا حق بنتا تھا۔

"وہ۔۔۔ میں رہوں گی کہاں؟"

ثانیہ نے قدرے جھجک کر پوچھا تو وہ اسے گھور کر بولیں۔

"اب میں تمہیں الگ سے کمرہ تو نہیں دوں گی۔ یہیں میرے ساتھ رہنا ہے تمہیں۔ ابھی تمہارا بیڈ لگوا دوں گی یہاں۔ چوبیس گھنٹوں کی ڈیوٹی ہے تمہاری۔"

ان کے انداز پر ثانیہ کو ہنسی آگئی۔

وہ یقیناً اتنی سخت مزاج نہیں تھیں جتنی کہ بننے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"کیا میں آپ کا واش روم استعمال کر سکتی ہوں؟"

ثانیہ کے اجازت لینے والے انداز پر وہ بولیں۔

"آج سے یہ کمرہ تمہارا بھی ہے۔ تم کوئی بھی شے بنا پوچھے استعمال کر سکتی ہو، سوائے میرے تولیے کے۔"

"جی بہت اچھا۔"

وہ اپنی مسکراہٹ دباتی اٹھ کر واش روم میں چلی آئی۔

مسز ربانی کے مزاج نے اسے آئندہ کی پریشانیوں سے بے فکر کر دیا تھا، وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ مسز ربانی کو ڈیل کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مگر ابھی وہ واش روم سے نکلنے ہی والی تھی کہ باہر سے آنے والی مردانہ آواز اسے ٹھٹکا گئی۔

"کمال کرتی ہیں آپ بھی دادو! یونہی کسی کو گھر میں گھسا لیا۔ کم سے کم مجھے تو بتا دیتیں یا پھر آئی ڈی کارڈ ہی دیکھ لیتیں محترمہ کا۔ پتہ چلے سب کچھ سمیٹ کر فرار ہو گئی ہیں۔"

"میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے۔ روشن پیشانی والی شریف بچی ہے۔" وہ مطمئن تھیں۔

"پچھلی بار جو خاتون آئی تھیں، ان میں بھی آپ کو یہی خوبیاں دکھائی دی تھیں۔ شکر کریں کہ بات دس ہزار کی چوری تک ہی رہی، ورنہ تو ان کا پورا گینگ ہوتا ہے اور کون جانتا ہے کہ آنے والی محترمہ بھی اسی گینگ کی ممبر ہوں۔"

اس شخص کی موشگافیوں نے ثانیہ کو سر تاپا سلگا دیا تھا۔

اسے جانے، ملے بغیر وہ اس پر الزام تراشی کیے جا رہا تھا۔

ایک جھٹکے سے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی تو دادی پوتا دونوں ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہ جو اس شخص کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے ایک موثر سی تقریر سوچ کر باہر نکلی تھی، اس کی شکل دیکھ کر تمام الفاظ بھول گئی۔ وہ وہی تھا جس سے آج کل قسمت اسے بار بار ٹکرا رہی تھی۔

"تم۔۔۔؟" وہ اسے وہاں دیکھ کر شاکڈ تھا۔

"یہ وہی لڑکی ہے جس کا میں تم سے ذکر کر رہی تھی۔"

مسز ربانی نے اپنی خوشی میں پوتے کی افسردگی محسوس ہی نہیں کی تھی۔

"آپ کیا میرے خلاف شکایتیں کرنے یہاں بھی پہنچ گئے ہیں۔"

ثانیہ کو یہ نوکری ہاتھ سے جاتی محسوس ہوئی تھی، تب ہی تو انجام کی پروا کیے بغیر اس سے الجھنے لگی تو وہ ناگواری سے بولا۔

"یہ۔۔۔ اس لڑکی کو آپ نے اپنی دیکھ بھال کے لیے چنا ہے جو اپنی حفاظت ٹھیک سے نہیں کر سکتی۔"

"دیکھیں۔۔۔ آپ کو مجھ پر کمنٹ پاس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"ہائیں۔۔۔ یہ کیا جنگ چھیڑ دی تم لوگوں نے۔"

مسز ربانی متحیر تھیں۔

"دادو! میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ آپ کی دیکھ بھال کے لیے میں خود انٹرویو کے بعد کسی کو سلیکٹ کروں گا۔"

وہ سخت ناگواری سے ثانیہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مگر پتہ بھی تو چلے کہ اس لڑکی میں کیا خرابی ہے اور تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"ہر بار تجربہ ضروری نہیں ہوتا دادو! مشاہدہ بھی کوئی چیز ہوتا ہے۔ میں آپ کے لیے اتنا لاابالی اور غیر ذمہ دار کیریکٹر افورڈ نہیں کر سکتا۔"

وہ ہنوز اسی انداز میں گویا تھا۔

"دیکھیں، اگر آپ مجھے اس جاب پر نہیں رکھنا چاہتے تو صاف کہہ دیں مگر میں آپ کے فضول کمنٹس نہیں سن سکتی۔"

ثانیہ کا دماغ گھوم گیا تھا۔

"عیسیٰ۔۔۔ کیا بات ہے۔ ایسے کیوں بی ہیو کر رہے ہو؟"

مسز ربانی نے اب کی بار قدرے سخت لہجے میں پوچھا تو وہ ناراضی سے بولا۔

"میں نے یونہی کسی کو بھی اپائنٹ کرنے سے منع کیا تھا۔"

"یونہی نہیں۔۔۔ تمہارے ہی آفس کے کسی ورکر نے بھجوایا تھا اسے اور میں پورا اطمینان کر چکی ہوں۔ بہت اچھی بچی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ضرورت مند بھی ہے۔"

ان کے بتانے پر وہ یک لخت ہی ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

(اوہ۔۔۔ تو سہیل نے بھیجا ہے اسے۔)

"او کے۔۔۔ اگر آپ مطمئن ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔"

ہموار لہجے میں کہتا وہ ثانیہ کی طرف پلٹا جو چہرے پہ ناگوار تاثرات لیے کھڑی تھی۔

"مگر میں دادو کے معاملے میں آپ کی کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت برداشت نہیں کروں گا۔"

انگشت شہادت اٹھا کر بولا تو ثانیہ کا جی چاہا اس جاب پر چار حرف بھیج کر فوراً چلی جائے۔

مگر پاؤں میں پڑی مجبوریوں کی زنجیر حرکت سے روک رہی تھی، سو لب بھینچے کھڑی رہی۔

"تم جاؤ اور فریش ہو کے آؤ۔ پھر چائے پیتے ہیں۔"

مسز ربانی کے کہنے پر وہ مزید کچھ کہے بنا کمرے سے نکل گیا تھا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"ہوں۔۔۔" وہ کسی گہرے دھیان سے چونکی پھر مدھم لہجے میں کہا۔ "ثانیہ۔"

"وہ میری چھڑی پکڑاؤ ذرا۔"

انہوں نے کہا تو ثانیہ کی نظر بے ساختہ دیوار گیر الماری کے ساتھ دیوار سے ٹکی چھڑی پر پڑی۔

"اسی چھڑی کا تو فساد ہے سارا۔"

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے چھڑی اٹھا کر مسز ربانی کے ہاتھ میں تھمائی تو وہ بستر سے نیچے اتر آئیں۔

"آؤ میں تمہیں کچن دکھا دوں۔"

وہ ان کی تقلید میں کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

"یہاں تین ٹائم کھانا پکتا ہے مگر کسی کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ مجھے وقت پر پہنچا دے اور اگر کوئی یہ زحمت کر بھی لے تو جس بے دلی سے یہ کام کیا جاتا ہے، وہ مجھے بہت تکلیف پہنچاتا ہے۔ آج سے تمہاری سب سے پہلی ڈیوٹی ہے مجھے وقت پہ ناشتا اور کھانا پہنچانا۔ پکانا نہیں، صرف پہنچانا۔ ہاں چائے ضرور تم بنایا کرو گی کیونکہ مجھے بے وقت چائے کی طلب ہوتی رہتی ہے۔"

باتوں ہی باتوں میں وہ اسے اپنا امریکن اسٹائل کا کچن بھی دکھا لائی تھیں۔

"تمہیں یہاں کسی سے بھی ڈرنے یا دبنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم اس گھر میں میرے نمائندے کے روپ میں رہو گی۔ سو بہت اعتماد اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ برے یا عجیب رویوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑے۔" واپس اپنے کمرے میں آتے ہوئے وہ کہہ رہی تھیں۔

ثانیہ نے ان کی کسی بھی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ یوں بھی چھوٹی موٹی پریشانیوں سے نمٹنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مگر یہ عیسیٰ مکرم ربانی، یہ شخص اسے کچھ خطرناک لگا تھا۔

وہ الٹی سیدھی سوچوں میں گم تھی، جب مسز ربانی

نے بظاہر بڑے سرسری انداز میں پوچھا۔

"تم عیسٰی کو کیسے جانتی ہو؟"

وہ ٹھٹکی تھی پھر قدرے رک کر پوچھا۔

"کیا اس سے میری جاب پر کوئی اثر پڑے گا؟"

"ایسا ہوتا تو میں بنا کچھ پوچھے بھی تمہیں فارغ کر سکتی تھی۔"

انہوں نے اطمینان سے کہا تو اب کی بار ثانیہ بغیر رکے' انہیں عیسٰی سے اپنی ایک نہیں بلکہ دونوں ملاقاتوں کا احوال بتا دیا۔

"اب آپ ہی بتائیں' ہمدردانہ جذبات سے مجبور ہو کر کسی اندھے شخص کی مدد کرنا غلط ہے یا گورنمنٹ کی پرائیویٹ سڑک کا استعمال۔۔۔ غریب آدمی آخر جائے بھی تو کہاں۔"

یہ آخری ڈائیلاگ اس نے سراسر اپنے آپ کو نہایت مظلوم ظاہر کرنے کے لیے ایڈ کیے تھے۔ وزدیدہ نظروں سے مسز ربانی کو دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھیں۔

"آئندہ خیال رکھنا' عیسٰی ذرا سنجیدہ طبیعت کا بچہ ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف بات برداشت نہیں کرتا۔ ہاں غصہ بہت کرتا ہے مگر صرف ناحق بات پر۔"

انہوں نے اسے پانی میں رہتے ہوئے مگرمچھ سے بچاؤ کی چند ٹپس دی تھیں' جنہیں حسب عادت لاشعور کی ڈسٹ بن میں ڈال کر فی الحال تو وہ اپنی جاب کے پکا ہونے کی خوشی میں مگن تھی۔

☼ ☼ ☼

اسے اول روز ہی کچن میں جا کر احساس ہو گیا تھا کہ اس کی آمد کو اس گھر میں زیادہ پسند نہیں کیا گیا تھا۔

معظم ربانی کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔

بے حد ماڈ اور فیشن ایبل نخریلی سی عائزہ جو ایم اے انگلش کے فائنل ایر میں تھی اور مغروری سلینہ جو بی اے کے بعد پڑھائی کو خیرباد کہہ کر آج کل محض سیر و تفریح میں وقت گزار رہی تھی یا پھر ٹیلی فون زندہ باد۔ اور کچھ نہیں تو اس کے موبائل کی رِنگ ہی ہر وقت بجتی رہتی تھی۔

دونوں بہنوں سے چھوٹا عادل تھا جو نیا نیا کالج کا اسٹوڈنٹ ہوا تھا' یہ وہی "بچہ" تھا جسے عافیہ میٹرک کی ٹیوشن دے چکی تھی۔ ماں اور بہنوں کی نسبت وہ کافی بے ضرر اور لاپروا سا لڑکا تھا۔

معظم ربانی کو بزنس بڑھانے اور کمائی کے نت نئے منصوبے بنانے سے فرصت نہیں تھی تو ان کی بیگم کو بھی اس کمائی کو اڑانے کے ہزار طریقے آتے تھے۔ بے حد تنک چڑھی اور مغروری رابعہ بیگم پارٹیز اور ملے گلے کی شوقین تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی بیرونی مصروفیات کی وجہ سے سارا گھر نوکروں کے سر پر چل رہا تھا۔

جہاں اتنا کچھ ہو رہا تھا' وہاں مسز ربانی یعنی دادو کا ثانیہ کو اسپیشلی اپنے لیے اپائنٹ کرنا ایسا کچھ عجیب نہیں تھا مگر ثانیہ کو صاف طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ سب ہی اس سے کھنچے کھنچے سے تھے۔

رابعہ بیگم تو اسے دیکھتے ہی ماتھے پر تیوری چڑھا لیتی تھیں اور عائزہ اور سلینہ کا سامنا تو ثانیہ کو ہمیشہ کوفت میں مبتلا کر دیتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی یا تو وہ خوامخواہ تمسخرانہ ہنسی ہنسنے لگتی تھیں یا پھر ایک دوسرے کے کانوں میں باتیں کرنے لگتی تھیں۔

ابھی بھی جب وہ دادو کے لیے چائے لیے کچن سے نکلی تو اسے دیکھتے ہی عائزہ نے رابعہ بیگم سے باآواز بلند کہا۔

"دادو کا ٹیسٹ اس عمر میں بہت خراب ہو گیا ہے۔ بھلا مجھ سے کہتیں' ایک سے ایک نوکر لا دیتی۔ قابل لوگوں کی کمی تو نہیں تھی دنیا میں۔"

ثانیہ دانت کچکچا کر رہ گئی مگر ابھی نئی نئی نوکری تھی اور وہ کوئی "رسک" نہیں لینا چاہتی تھی' اس لیے خاموشی سے دادو کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"کبھی جو عافیہ میری برداشت کا مظاہرہ دیکھ لے تو کم سے کم بھی دو منٹ کے لیے تو بے ہوش ضرور ہی ہو جائے۔"

وہ سوچتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تو اپنے ہی آپ میں گم تھی۔ جہاں سامنے بستر پر عیسٰی کو دادو کی گود میں سر رکھے ریلیکس انداز میں نیم دراز پا کر ٹھٹک سی گئی۔ وہیں اسے دیکھتے ہی عیسٰی کے بھی تاثرات بدلے تھے۔

"دستک دے کر اندر داخل ہونا بھی مینرز کی کیٹگری میں آتا ہے۔" ناگوار لہجے میں کہتے وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

ثانیہ کا ایک بار تو جی چاہا کہ اسے کھری کھری سنا دے۔ آگے بڑھ کر دادو کو چائے کا مگ تھماتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولی۔

"کسی اور کے کمرے میں دستک دیے بغیر داخل ہونا بدتمیزی کہلا سکتا ہے مگر اپنے کمرے میں تو جیسے جی چاہے آ سکتے ہیں۔"

"اپنا کمرہ؟"

اس نے تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے بھنویں اچکائیں تو دادو جو ثانیہ کی بنائی ہوئی چائے کا ایک گھونٹ بھر کے اس کے ذائقے کی معترف ہو چکی تھیں کھلے دل سے بولیں۔

"بالکل بھئی' یہ اب ثانیہ کا بھی کمرہ ہے بلکہ یہ اس گھر میں میرے نمائندے کے طور پر رہے گی اور یہ بات میں نے سب پر واضح کر دی ہے۔"

ثانیہ کا موڈ خوشگوار ہونے لگا۔ سو وہیں صوفے میں دھنس گئی۔

"دادو! آپ اپنے اختیارات اپنے پاس ہی رکھیں۔" وہ ناپسندیدگی سے بولا تو وہ مسکرا کر بولیں۔

"میں کون سا اپنی جائیداد اس کے نام لگا رہی ہوں' اگر اسے اختیارات نہیں دوں گی تو اسے یہاں ٹکنے کون دے گا۔"

"پھر بھی دادو۔۔۔"

وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ دادو بیچ ہی میں اسے ٹوک گئیں۔

"تم یہ بتاؤ کہ ہفتہ بھر سے کہاں غائب ہو' لنچ پہ بھی گھر نہیں آ رہے؟"

اس نے جواب دینے سے پہلے ایک نظر ثانیہ کو دیکھا تھا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"یہ بالکل پرسنل ڈسکشن ہے دادو! بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔" اس کے انداز نے ثانیہ کو خجالت کا شکار کیا تھا۔

دادو بھی ایک دم اسے دیکھنے لگیں تو وہ جیسے اچانک کچھ یاد آنے کی ایکٹنگ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ذرا کک کو آپ کے رات کے کھانے کا مینیو بتا آؤں۔"

"بہت بری بات ہے عیسٰی! تم اتنے بے مروت کب سے ہو گئے ہو۔" باہر نکلتے ہوئے اس نے دادو کی خفگی سے پُر آواز سنی تھی مگر اس کے ساتھ ہی عیسٰی کا جھنجلاہٹ بھرا انداز بھی۔

"میں تو ایک ہفتے ہی میں محترمہ سے عاجز آ گیا ہوں' کیا ہی آپ کے فرشتے اتنے ایفی شنٹ رہتے ہوں گے جتنا یہ آپ کے ساتھ چپکی رہتی ہے۔"

"تب ہی غائب رہنے لگے ہو گھر سے؟"

دادو جیسے بات کی تہہ میں پہنچ گئی تھیں۔ ثانیہ خاموشی سے وہاں سے ہٹ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ہنسا تھا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ ان محترمہ کی وجہ سے میں "گھر بدر" ہو جاؤں۔"

"تو پھر۔۔۔؟"

"پھر یہ کہ کاروباری مصروفیات دادو جان!"

اس نے اطمینان سے جواب دیا تو وہ آزردہ ہونے لگیں۔

"کاروبار کو زندگی کا حصہ بناؤ میری جان! خود کاروبار کا حصہ نہ بنو۔ روپے کی ہوس اور آسائشات کے لالچ ہی میں میری اولاد مجھ سے دور ہو گئی ہے۔"

"آپ اپنے پوتے سے اچھی طرح واقف ہیں' اور جہاں تک بات ہے مصروفیت کی تو دادو جان! میری توبہ جو ایک روز بھی آپ کی آنکھوں سے اوجھل رہوں۔"

وہ دونوں کان پکڑتے ہوئے بولا تو وہ ہنس دیں۔

"جیتا رہے میرا بچہ' خدا صحت و تندرستی دے۔"

وہ ان کو ہنستے دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

"میں ذرا چچا جان سے مل آؤں' وہ بھی لستا ہے مجھے یاد فرمار ہے تھے۔"

"ہاں ہاں' ضرور جاؤ۔ کام سے ہی سہی تمہیں یاد تو کرلیتا ہے۔ ماں کے پاس تو دو گھڑی کو آنے کی فرصت نہیں ملتی اسے۔" وہ بظاہر مسکرا کر بولیں مگر ان لفظوں سے اٹھتی آنچ عیسٰی نے اچھی طرح محسوس کی تھی۔

وہ کوریڈور سے نکلا ہی تھا کہ اپنے لیے چائے لاتی ثانیہ سے بمشکل ٹکراتے ہوئے بچا۔

چائے پھر بھی ساسر میں چھلک ہی گئی۔

"محترمہ! خدا نے آپ کے چہرے پر یہ دو آنکھیں خوبصورتی میں اضافے کے لیے نہیں' بلکہ دیکھنے کے لیے بنائی ہیں۔ کبھی انہیں بھی استعمال کرلیا کریں۔" کڑا طنز' وہ بھی ثانی تھی' کسی کو خاطر میں نہ لانے والی۔

"یہی خیال مجھے آپ کے متعلق بھی آرہا تھا۔ پہلی ملاقات کا تاثر جا ہی نہیں رہا۔"

وہ بھنائی' ادھر عیسٰی تلملایا۔

صاف لفظوں میں اسے اندھا کہہ گئی تھی۔ مگر ایک "کام والی" کے منہ لگنا اس کے شایان شان نہیں تھا' اس لیے محض اسے کڑی نظروں سے گھورتا آگے بڑھ گیا۔

"اونہہ۔" ثانیہ بھی سر جھٹک کے آگے چل دی۔

☆ ☆ ☆

اگلے دو ہفتوں میں ہی اسے محسوس ہو گیا کہ دادو کی دیکھ بھال کرنا اتنا مشکل نہ تھا جتنا کہ عیسٰی کی "نگرانی" میں ان کی دیکھ بھال کرنا۔ اس کی ہر بات پہ اتنی نکتہ چینی کرتا کہ ثانیہ کا جی چاہتا اس نوکری پہ چار حرف بھیج کر چلی جائے مگر کہاں؟ بس اسی وجہ سے وہ اسے "برداشت" کرنے پر مجبور تھی۔ اس کی مخلصی اور لگن نے دادو کو اس پر اعتبار کرنے پر مجبور کردیا تھا مگر یہ عیسٰی مکرم۔

"اُف دادو! یہ آپ کی بے احتیاطی کسی دن رنگ لے آئے گی۔ پرس یوں کھلا چھوڑ رکھا ہے آپ نے' چوروں کو دعوت عام دے رہا ہے۔"

کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی عیسٰی کی جھنجلاہٹ بھری آواز اسے چونکا گئی۔

"یہاں کون سے چور گھسے بیٹھے ہیں بھلا۔" وہ لاپروائی سے بولیں۔

"لگتا ہے پہلے کا واقعہ بھول گئیں آپ' یہ کام والیاں۔۔۔ آپ انہیں نہیں جانتیں۔"

ثانیہ کا خون کھولنے لگا۔

وہ اس بندے کو جتنا اگنور کررہی تھی' اتنا ہی وہ سر چڑھا جارہا تھا۔

"ارے نہیں' اب ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ کم از کم ثانیہ کی موجودگی میں۔"

دادو کے طمانیت بھرے لہجے نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ جسے اپنی خبر نہیں ہوتی' کبھی بیچ سڑک پہ کودرہی ہوتی ہیں محترمہ تو کبھی۔۔۔"

بولتے بولتے اس نے اچانک دروازہ کھول دیا تو باوجود غصے میں ہونے کے وہ سٹپٹا گئی۔

"تو یہ کوالٹی بھی ہے آپ میں۔" وہ بڑبڑایا تھا' ثانیہ کو پھر سے غصہ آیا۔

"اور آپ۔۔۔ آپ میں تو جیسے دنیا جہاں کی "خوبیاں" جمع ہیں۔ بشمول دوسروں پر کمنٹس پاس کرنے کے۔"

"مجھے پورا یقین تھا کہ آپ ہماری باتیں سن رہی تھیں۔" اسے جیسے اپنے اندازے کی درستی پر اطمینان ہوا تھا۔

"دیکھیں' میں آپ کی نوکرانی نہیں ہوں' آپ اپنے کام سے کام رکھا کریں۔" اسے سخت غصہ آرہا تھا۔

"محترمہ! دادو میری ذمہ داری ہیں' ان کا پل پل خیال رکھنا اور صحیح غلط کا بتانا میرا فرض ہے۔"

وہ بھی طنزاً بولا تھا۔ پیچھے دروازہ بند تھا' ورنہ ابھی تک دادو اسے آواز دے چکی ہوتیں۔

"میں بھی ان سے ان کا خیال رکھنے ہی کی تنخواہ لیتی ہوں مگر اتنا ضرور یاد رکھیں کہ میں نے روپوں کے بدلے میں اپنی عزت نفس گروی نہیں رکھی ہے۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ کہتی دروازہ کھول کے اندر چلی گئی۔ عیسٰی کئی لمحوں تک اس کے الفاظ میں الجھتا رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

سلمٰنہ کا برتھ ڈے آیا تو پورا "ربانی ہاؤس" جیسے الٹ پلٹ ہوگیا۔ اتنے شاندار انتظامات کیے جارہے تھے جیسے کسی بہت لاڈلے بچے کی پہلی سالگرہ ہو۔

تب ثانیہ نے لاشعوری طور پر ہی سلمٰنہ اور عیسٰی کی بے تکلفی نوٹ کی۔

"ہونہہ۔۔۔ لٹو بھی ہوئے تو مغرور حسینہ پر' اور دادو کو کہتے رہتے ہیں کہ ابھی شادی کی عمر نہیں ہے۔ واقعی' امیروں کے ہاں تو شاید یہ عمر افیئر چلانے کی ہوتی ہے۔" وہ مسلسل الٹی سیدھی سوچوں میں گم تھی۔

"تم کیا پہن رہی ہو کل؟"

دادو کی آواز نے اسے چونکایا تھا۔

"ابھی تو نہا کے یہ کپڑے پہنے ہیں۔ کل آئے گی تو سوچوں گی۔ گرمی کی وجہ سے کتنی بار تو نہا کے کپڑے بدلنے پڑتے ہیں۔"

"میں رات کے فنکشن میں پہننے کو پوچھ رہی ہوں لڑکی۔" وہ اس کے لمبے چوڑے جواب سے چڑ کر بولیں۔

"اس فنکشن میں بھلا میرا کیا کام ہے؟"

اس نے دامن بچایا' اسے اچھی طرح علم تھا کہ چچی جان صرف دادو کو ہی کہہ کے گئی تھیں۔

"اے لڑکی! ہوش سے کام لو۔ میں کون سا تمہیں فنکشن انجوائے کرنے کو ساتھ لے جارہی ہوں۔ وہاں مجھے کون کھلائے پلائے گا اور اگر واش روم جانے کی حاجت ہوگئی تو۔۔۔؟"

وہ کڑے انداز میں بولیں تو ثانیہ کو ہنسی آگئی۔ غصے میں ان کا انداز تخاطب ہی بدل جاتا تھا۔

"او کے۔۔۔ مگر وہاں شاید کسی کو بھی یہ بات پسند نہ آئے۔"

وہ صاف گوئی سے بولی تو انہوں نے سر جھٹکا۔

"تمہیں صرف میرے کہے کی پروا ہونی چاہیے۔"

"بہت بہتر۔"

"اب بتاؤ' کل کون سے کپڑے پہنو گی؟" وہ مطمئن ہو کر بولیں۔

"فنکشن کے لیے تو۔۔۔ میں تو بس سفید شلوار کے ساتھ' شرٹس بدل کے پہنتی ہوں۔ اسکول میں جاب کرتی تھی نا میں۔" ثانیہ جھینپ کر بولی۔

"تو اسکول میں کون سا ٹیچرز پر یونیفارم کی پابندی ہوتی ہے۔" انہوں نے اسے گھورا۔

اب وہ ان کے سامنے تنگی حالات کا رونا کیا روتی۔

"اپنے کپڑے دکھاؤ مجھے' ایسے تو ساتھ نہیں لے جاؤں گی میں۔" وہ رکھائی سے کہہ رہی تھیں۔

ثانیہ نے تلملاتے ہوئے اپنا بیگ ان کے سامنے الٹ دیا۔

"چ چ۔۔۔ اتنے بوڑھے رنگ تو میں بھی نہیں پہنتی۔" اس کے ہلکے رنگوں کے لان کے سوٹ انہیں پسند نہیں آئے تھے۔ حالانکہ وہ کم قیمت مگر اچھے ڈیزائن اور خوبصورت کلرز پسند کرتی تھی۔

"تم یوں کرو کہ بازار جا کے اپنے لیے اچھے سے کپڑے لے کر آؤ۔ سارا وقت میرے ساتھ رہنا ہے' کوئی دیکھے تو کیا کہے گا۔"

وہ متفکر تھیں اور ثانیہ کو اب غصہ آئے چلا جارہا تھا۔

"دیکھیں' میں انہی میں سے کچھ پہن لوں گی۔ خوامخواہ کی شاپنگ کا شوق نہیں ہے مجھے۔" وہ ضبط سے بولی۔

"زبردستی کا خرچہ۔" وہ جھنجلائی۔

"لڑکی! مجھے اپنی حکم عدولی بالکل بھی پسند نہیں ہے۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولیں۔ ثانیہ نے تنگ کر

کچھ کہنا چاہا مگر اسی پل دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے عیسیٰ نے دخل اندازی کی۔

"کس نے جرات کی میری دادو کی حکم عدولی کرنے کی۔ مجھے بتائیں تاکہ اس کا سر قلم کیا جاسکے۔"

ثانیہ تلملا کر رہ گئی مگر کچھ کہنا مزید شامت بلوانے کے مترادف تھا۔

البتہ دادو نے اسے الف سے یے تک ساری بات کہہ سنائی۔ ثانیہ خاموشی سے اپنے کپڑے بیگ میں ڈالتی رہی۔

"بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے۔"

"دادو کا چمچہ۔" اس نے دانت پیسے۔

"ہاں تو پھر تم اسے ساتھ لے جاؤ اور اچھے سے کپڑے دلوادو۔"

انہوں نے بے حد اطمینان سے کہا تو وہ جھٹکا کھا کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میں۔۔۔ یعنی کہ ان محترمہ کو "میں" ساتھ لے جاؤں؟"

وہ جس صدمے کی گرفت میں آیا تھا اس نے ثانیہ کو بہت مزہ دیا۔

"ہاں تو اور کیا اسے اکیلی بھیج دوں۔ مجھ پہ ذمہ داری ہے اس کی۔"

"دو دو ڈرائیور بیٹھے ہیں باہر ان کا کیا فائدہ۔۔۔؟"

وہ بدک رہا تھا۔

"تو اب وہ ڈرائیور تم سے زیادہ قابل اعتبار ہوگئے۔"

وہ خفا ہونے لگیں جبکہ ثانیہ کو عیسیٰ کے تاثرات دیکھ کے ہنسی آئے جارہی تھی۔

"گھر کی لڑکیاں بھی تو ان ہی کے ساتھ جاتی ہیں۔"

"ان کی ان کے ماں باپ جانیں' میں نے کہا نا اس کی ذمہ داری میرے اوپر ہے اور یہ کیا بہانوں پہ بہانہ بنائے جارہے ہو۔ سیدھی طرح بتاؤ اسے لے جارہے ہو کہ نہیں؟"

وہ کہتے کہتے آخر میں قدرے ناراضی سے بولیں تو عیسیٰ نے بھی آخری حربہ آزمایا۔

"میں نے کہاں کچھ کہا۔ یہ محترمہ خود ہی شاپنگ پہ جانے کو تیار نہیں ہیں۔"

تائیدی انداز میں ثانیہ کو دیکھا جو سخت بے زاری سے ان کی لایعنی بحث سن رہی تھی۔

یہ عیسیٰ کے تاثرات ہی تھے' جنہوں نے اس کی رگ شرارت پھڑکادی۔

"نہیں' خیر اب اتنی بھی بدتمیز نہیں ہوں میں۔ دادو اتنے مان سے کہہ رہی ہیں تو جانا ہی پڑے گا۔"

وہ اس قدر اطمینان سے بولی تھی کہ عیسیٰ کے بولنے کو کچھ رہ ہی نہیں گیا۔

"شکر ہے' کسی نے تو عقل کی بات کی۔"

"چلیں پھر۔" وہ دانت پیس کر بظاہر شائستگی سے بولا تو ثانیہ سے ہنسی چھپانا مشکل ہونے لگا۔

بہت بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔ ثانیہ نے پچھلا دروازہ کھولنا چاہا تو وہ جیسے غرا ہی اٹھا۔

"ڈرائیور نہیں ہوں تمہارا۔"

وہ شانے اچکا کر فرنٹ سیٹ پہ آبیٹھی۔ ٹیرس پہ بیٹھی سلمنہ کو عیسیٰ نے تو نہیں مگر ثانیہ نے اچھی طرح سے دیکھا تھا اور اب اسے عیسیٰ کا متوقع حشر سوچ کے مزہ آرہا تھا۔

وہ اسے ساتھ لیے بہت مشہور اور مہنگی بوتیک پہ چلا آیا تو ثانیہ پہلی بار نروس ہوئی۔ اس نے دل میں پکا ارادہ کر رکھا تھا کہ دادو کے فورس کرنے پہ وہ شاپنگ تو کرلے گی مگر اپنے پیسے سے اور یہاں۔۔۔

"میری ساری جمع پونجی میں تو یہاں سے ایک سوٹ ہی آئے گا۔" وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔

اس کے قدم سست پڑنے لگے۔ عیسیٰ اسے سوٹ پسند کرنے کا کہہ کر خود بوتیک کے کاؤنٹر پہ کھڑی لڑکی سے گفتگو میں مصروف ہوگیا۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ پہلے بھی یہاں آتا رہا ہے۔

گہری سانس بھرتے ہوئے وہ سوٹوں کے بجائے ان پر لگے قیمتوں کے ٹیگ دیکھتی رہی۔

"یہاں آکے تمہاری چوائس کچھ زیادہ ہی اعلا ہوگئی

ہے۔ کچھ پسند ہی نہیں آرہا محترمہ کو۔"

اس کے طنزیہ لب و لہجے نے ثانیہ کو چونکایا تھا۔ وہ اس کی طرف پلٹی اور شرمندہ ہوئے بغیر رسان سے بولی۔

"یہاں ایسا کوئی لباس نہیں جو میری خریداری کی پہنچ میں ہو' میں اتنے مہنگے لباس نہیں پہنتی۔"

چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد وہ نرم لہجے میں بولا۔

"یہ کپڑے تمہیں دادو کی طرف سے لینے ہیں۔ پے منٹ کی فکر تم مت کرو۔"

"دادو کی طرف سے بھی لوں گی تو اتنے مہنگے نہیں۔ مجھے اسراف پسند نہیں۔"

وہ مضبوطی سے اپنی بات کہہ کر باہر کی طرف چل دی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟"

عیسیٰ کے ذہن میں سلینہ کی بلامبالغہ ہزاروں کی شاپنگ گھومنے لگی۔ کل صرف اپنی برتھ ڈے کا سوٹ وہ اٹھارہ ہزار کا لے کے گئی تھی۔

"اس میں خرابی دماغ والی کیا بات ہے۔"

وہ شانے اچکا کر اپنی فطری بے نیازی سے کہتی بوتیک سے نکل کر ادھر ادھر نگاہ دوڑانے لگی۔

"آپ مجھے مین مارکیٹ لے جائیں' میں وہیں سے کوئی اچھا سا سوٹ دیکھ لوں گی۔"

عیسیٰ کو غصہ آیا۔ "میں کیا شوفر ہوں تمہارا۔"

ثانیہ تنکی۔

"تو پھر خوامخواہ مجھے لیے پھر رہے ہیں' گھر سدھاریں' میں رکشہ کر لوں گی۔"

اس کی خودسری عیسیٰ کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی' اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی عیسیٰ نے اس کا ہاتھ تھاما اور تقریباً" زبردستی اسے واپس اسی بوتیک میں لے گیا۔

اس کا مطمع نظر جان کر ثانیہ احتجاجاً" چلائی مگر عیسیٰ نے اسے ڈانٹ دیا۔

"میں یہاں تمہاری ڈرامہ بازی دیکھنے نہیں آیا۔ دادو نے مجھے جو کہا ہے وہ کر رہا ہوں' خوشی سے تمہیں ساتھ نہیں لایا۔"

وہ اچھا خاصا منہ پھٹ تھا۔ ثانیہ کی رنگت غصے و خجالت سے لال پڑ گئی۔

"تو میں کون سا مری جا رہی تھی آپ کے پیچھے۔"

"میں مری جا بھی نہیں رہا محترمہ! فی الحال تو آپ اپنی شاپنگ کریں۔"

وہ طنز کے تیر چلانے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ تب ثانیہ نے مارے غصے کے ایک بہت خوبصورت مگر مہنگا ترین سوٹ پسند کر لیا۔

"اچھا ہے' ذرا انہیں پتہ چلے شاپنگ کیسے ہوتی ہے۔"

اپنی طرف سے وہ بہت اچھا انتقام لے کر ٹھنڈی پڑ گئی تھی مگر عیسیٰ نے جب بل کی ادائیگی کی تو یوں جیسے چند روپوں کی چیز خریدی ہو۔

تب اس کا دل اچاٹ ہونے لگا۔

واپسی پر وہ بہت خاموش تھی' گم صم اور کھوئی ہوئی۔ عیسیٰ نے بھی اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سلینہ لان ہی میں ٹہلتی مل گئی۔

"مارے گئے۔"

عیسیٰ کی بڑبڑاہٹ اسے صاف سنائی دی تھی۔ وہ فرنٹ سیٹ پر ہی تو بیٹھی تھی۔ اطمینان سے نیچے اتری اور بہت مسکرا کر عیسیٰ کا شکریہ ادا کر کے شاپنگ بیگ لیے اندر چلی گئی۔

عیسیٰ اس کے طرز عمل پر متحیر سا تھا' یکلخت حواس میں لوٹتے ہوئے بڑبڑایا۔

"یہ تو بہت پھاپھا کٹنی ہے۔"

سلینہ تیر کی سی تیزی سے اس کی طرف لپکی۔ وہ گاڑی کا دروازہ بند کر کے پلٹا مگر وہ یوں راستہ روکے ہوئے تھی کہ وہ دروازے سے لگ کے کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو۔" وہ قصداً" مسکرایا۔

"کہیں رانگ نمبر تو نہیں ملا رہے؟" وہ دانت پیس کر بولی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا' وہ تو یونہی دادو کی ضد تھی کہ ان کی ملازمہ کو بھی ایک نیا سوٹ دلوا دیں تاکہ کل

رات کے فنکشن میں لوگ باتیں نہ بنائیں۔"

وہ اسے بہلاتے ہوئے بولا تو وہ بے یقینی سے چیخی۔

"عیسیٰ تکریم علی۔۔۔ تم "اسے" شاپنگ کرا کے لائے ہو؟"

وہ کانوں میں انگلیاں ڈالتے ہوئے اسے آہستہ بولنے کا اشارہ دینے لگا۔

"اتنی بھی کیا مجبوری آن پڑی تھی' ایک سے ایک جوڑے پڑے ہیں میرے بھی اور عائزہ کے بھی۔ ویسے بھی تو میں نے کام والیوں ہی کو دینے تھے۔ دو چار اسے بھی دے دیتی۔" وہ تیوریاں چڑھائے نخوت سے کہہ رہی تھی۔

عیسیٰ کو ثانیہ کے انداز یاد آئے تو بے اختیار بولا۔

"وہ بہت خوددار لڑکی ہے۔"

سلینہ کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی اور پھر غصہ۔

"بہت جاننے لگے ہو اسے۔۔۔؟"

"او سلینہ۔ سوئٹی کیا اسے سر پہ سوار کر کے بیٹھ گئی ہو۔ چلو ٹیرس پہ بیٹھ کے اچھی سی چائے کا مزہ لیتے ہیں۔"

اس کے مسلسل بگڑتے موڈ کو دیکھ کر عیسیٰ نے فوراً" ہی اپنے انداز بدلے۔

وہ فوراً" ہی اس کے ساتھ آ لگی۔

"خبردار جو تم نے کبھی میرے علاوہ کسی کا سوچا بھی۔ جان ایک کر دوں میں تمہاری بھی اور اپنی بھی۔" وہ جانے کو پلٹی تو وہ بھی گہری سانس بھرتا اس کی تقلید میں آگے بڑھا تھا۔

* * *

ثانیہ کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ سلینہ کی برتھ ڈے پارٹی میں شرکت کرے۔

مگر مجبوری۔۔۔ کہ اس کی ڈیوٹی ہی ایسی تھی کہ اسے ہر وقت میزبانی کے ساتھ رہنا تھا۔

"اٹھ جاؤ لڑکی! اب تیار ہونا شروع کر دو۔"

عشاء کی نماز کے لیے وضو کر کے آتے ہی دادو نے اسے آرڈر کیا۔

باہر لان میں زندگی پوری رنگینیوں کے ساتھ موجود تھی۔

اونچے قہقہے اور میوزک۔ مہمان آنے شروع ہو چکے تھے۔ یہ رات گئے تک جاری رہنے والا فنکشن تھا اور ابھی تو محض آٹھ ہی بجے تھے۔

"جب آپ تیار ہوں گی تب میں بھی۔۔۔"

اس نے منمنا کر کہا۔

"بالکل نہیں' اس وقت صرف میں تیار ہوں گی اور تم میری مدد کرو گی۔"

وہ ایسے ڈپٹ کے بولیں جیسے پتا نہیں کیا تیاری کرنی ہو۔ ثانیہ کو ہنسی آئی۔ تو وہ اسے گھورتے ہوئے پلٹ گئیں۔ تب ثانیہ کو ان کی بات ماننا ہی پڑی۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں۔ آپ یہ وائٹ چھڑی کیوں استعمال کرتی ہیں؟"

ثانیہ نے عادتاً" دو سوال اکٹھے جڑ دیے تو انہوں نے طنز کیا۔

"واہ" ادھر سوال کی اجازت مانگی اور ساتھ ہی پٹاخ سے سوال بھی داغ دیا۔

"سوری۔" ثانیہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"مجھے پتہ ہے کہ سفید چھڑی نابینا لوگ استعمال کرتے ہیں مگر میں نے کون سا باہر جانا ہوتا ہے۔ کبھی گھٹنوں کا درد زیادہ ہو تو گھر میں استعمال کر لیتی ہوں۔ دراصل سیاہ اور براؤن رنگ مجھے پسند نہیں۔"

وہ تفصیلاً" جواب دیتے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھنے لگیں۔

جوڑوں کی شدید تکلیف کے باعث وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور تھیں۔

ثانیہ واش روم میں گھس گئی۔

سچی بات تو یہ تھی کہ فنکشن میں جانے سے زیادہ اسے وہ سوٹ پہننے کا غم کھائے جا رہا تھا۔ اگر وہ اپنے کسی سوٹ میں فنکشن اٹینڈ کر لیتی تو اس کے انداز میں بہت اعتماد اور لاپروائی ہوتی۔

مگر اب۔۔۔ وہ پراگندہ سوچوں کی زد میں تھی۔

"میری خودداری کو یہ دن بھی دیکھنا تھا۔ اگر اتنی

اچھی تنخواہ نہ ہوتی تو میں کبھی بھی اس شخص کو منہ نہ لگاتی۔"

وہ اپنی انا کو سہلاتے ہوئے خود کو تسلی دے رہی تھی کہ دادو دو ماہ کے اس قلیل عرصے میں اس کی تنخواہ میں دو ہزار کا یکمشت اضافہ کر چکی تھیں۔

"یہ محض تمہاری مخلصی اور ایمان داری کو دیکھ کر۔ ورنہ تو سال بھر سے پہلے اب سوچنا بھی مت کہ میں تمہاری تنخواہ میں کوئی اضافہ کروں گی۔"

انہوں نے ساتھ ہی کہا۔ مگر وہ اتنے میں ہی خوش تھی۔ سر چھپانے کے ٹھکانے کے ساتھ سات ہزار برے نہیں تھے۔

وہ منہ دھو کر کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلی تو دادو نماز کی ادائیگی کے بعد اب تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ وہ جھجک سی گئی۔ جبکہ اسے دیکھتے ہی ان کی نگاہوں میں بے ساختہ ستائش اُمڈ آئی۔

ہلکی سی میرون کڑھائی سے مزین سی گرین رنگ کا لباس ثانیہ کی شخصیت پر یوں اٹھا کہ اس سادگی میں بھی چار چاند لگا گیا تھا۔

"ماشاءاللہ۔ یہ رنگ تو خوب سجا ہے تم پر۔" وہ کہہ بھی گئیں۔

"شکریہ۔۔۔" وہ جھینپ گئی تھی۔

"ادھر آؤ۔ کچھ پڑھ کر پھونک دوں۔ اتنی باادب اور باحیا تو وہاں کوئی صورت نہیں ہوگی۔"

انہوں نے کہا تو خجل سی ان کے پاس چلی آئی۔ انہوں نے کوئی قرآنی ورد کر کے اس پر پھونکا۔

ثانیہ کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔

اس وقت وہ اسے بالکل اپنی ماں جیسی لگی تھیں۔

"کیا ہوا؟"

وہ اسے منجمد سی گود میں ہاتھ دھرے بیٹھا دیکھ کر حیرت سے پوچھنے لگیں تو وہ چونکی۔

"جی۔ کچھ نہیں۔ آپ بھی تیار ہو جائیں نا‘ آپ کے کپڑے اندر رکھ دیے ہیں میں نے۔"

ثانیہ نے سنبھلتے ہوئے ان سے کہا اور ساتھ ہی اندرونی چھوٹے کمرے کی طرف اشارہ کیا جو وہ ڈریسنگ روم کے طور پر وہ استعمال کرتی تھیں۔ وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ان کے کپڑے بدل کر نکلنے تک وہ اپنے بالوں کی چوٹی بنا چکی تھی۔ میک اپ تو وہ یوں بھی نہیں کرتی تھی۔ اور زیور کے نام پر اس کے کانوں میں چھوٹی سی بالیاں تھیں‘ جس میں دو میرون اور ایک سبز موتی جڑا تھا‘ اور بس۔

ثانیہ نے ان کا ہاتھ تھام کر اسٹول پر بٹھایا اور برش لے کر نرمی سے ان کے بال سلجھانے لگی۔

"وہاں جا کے بس میرے پاس بیٹھی رہنا۔ کسی سے زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں۔"

وہ اپنی طرف سے بہت کڑے انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔ ثانیہ کو ہنسی آگئی۔

"لڑکی! میں نے کون سا لطیفہ سنایا ہے تمہیں؟" انہوں نے آئینے میں اس کے عکس کو گھورا تو ثانیہ نے سنجیدہ ہوتے ہوئے وضاحت کی۔

"میری وہاں کس سے اتنی گہری دوستی ہے کہ میں جا کے باتیں بگھارنا شروع کر دوں گی۔" پھر قدرے ناراضی سے بولی۔

"اور میرا نام ثانیہ ہے۔ لڑکی نہیں۔"

"اب لڑکا کہنے سے تو رہی۔ لڑکی ہو تو لڑکی ہی کہوں گی نا۔" وہ چڑ گئیں۔

"ثانیہ۔۔۔ دادو جان‘ ثانیہ۔"

وہ زور دے کر بولی تو انہوں نے ہاتھ ہلا کر گویا مکھی اڑائی۔

"ہوگا‘ ہوگا۔"

ثانیہ جل کر رہ گئی۔

خود وہ اس کے میڈم کہہ کر مخاطب کرنے پر سخت ناراض ہوئی تھیں اور اب وہ بھی انہیں دادو جان کہہ کر مخاطب کرنے پر مجبور تھی۔ خود تیار ہونے کے بعد اب وہ ناقدانہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"لگتا ہے تم صرف سوٹ ہی اٹھا کر لے آئی تھیں۔ نہ میچنگ جوتا نہ جیولری۔"

"یہ بھی صرف آپ کے مجبور کرنے پر‘ آپ کی خوشی کے لیے۔ ورنہ میں جیسی ہوں ویسا ہی دکھائی دینا پسند کرتی ہوں۔ یہ ملمع سازی تو مجھے آپ کے شایانِ شان ملازمہ دکھائی دینے کے لیے کرنا پڑی ہے۔"

وہ بے حد سنجیدگی سے دل کی بات کہہ گئی تھی۔ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

* * *

بکس گیدرنگ میں شرکت کا اس کا پہلا اتفاق تھا۔ ماحول کی بے باکی کا اسے پہلی ہی نظر میں اندازہ ہو گیا تھا۔

مردوں کی چمکتی نگاہیں۔۔۔؟ بے باک قہقہے اور وہاں موجود ہر دوسری لڑکی یا عورت کا لباس۔

ماسوائے دادو اور ثانیہ‘ کسی عورت نے آستینوں والی قمیص نہیں پہنی تھی۔ آدھی پوری تو بعد کی بات تھی۔

"دیکھو ذرا۔ اتنی عمریں ہو گئیں‘ مگر موا فیشن نہ گیا۔ کمبخت جیسے باڈی بلڈنگ کے مقابلے میں شرکت کے لیے آئی ہیں۔"

دادو کے جلے سڑے تبصرے نے ثانیہ کو اس قدر ہنسایا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

عائزہ بلا تکلف اپنے یونیورسٹی فیلوز کے گروپ میں کھڑی اونچے اونچے قہقہے لگا رہی تھی اور سلمنہ۔ مسز ہالی نے افسردہ نگاہوں سے دیکھا۔

ان کا سب سے زیادہ محبت کرنے والا خوبرو پوتا ان دنوں سلمنہ کا مرکزِ نگاہ بنا ہوا تھا۔ ابھی بھی بے حد ماڈرن اور مغرور سی سلمنہ بڑے استحقاق کے ساتھ اس کے بازو کو دبوچے اس کے ساتھ لگی اپنے باقی دوستوں سے اس کا جانے کون سا انوکھا تعارف کرا رہی تھی کہ ہاؤ‘ ہو کی آوازیں ادھر تک سنائی دے رہی تھیں۔

سلمنہ کا یوں بے باکی سے عیسٰی کے قریب آنا تو دادو کو ناگوار گزر ہی رہا تھا‘ مگر عیسٰی کا بھی اسے یوں چھوٹ دینا انہیں کھل رہا تھا۔ اور یہ بات ثانیہ کو بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"اب زمانہ بہت بدل گیا ہے دادو جان! اور آپ کے پوتے صاحب تو پھر امریکہ پلٹ ہیں۔"

وہ ان کا دھیان بٹانے کو مذاقاً بولی تو انہوں نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور پوتیاں؟"

"پوتیاں۔۔۔ بلکہ پاکستانی لڑکیاں اور لڑکے۔" ثانیہ نے گہری سانس بھری۔

"یہ بھی امریکہ ہی کا قصور ہے دادو جان! امریکہ سے امداد لے لے کر اب لوگوں پر ڈالر اور امریکہ ہی کی ملمع سازی ہو رہی ہے۔"

"یہ اچھا طریقہ ہے خود کو بچانے کا۔ سارا ملبہ امریکہ پہ ڈال دو۔ لڑکی! جائز اور حق حلال کی کمائی۔ "یہ سب" نہیں سکھاتی کہ لونڈے لپاڑوں کے بازوؤں میں بازو ڈال کے بانگ دہل پھرو وہ بھی سرعام۔"

وہ تلخی سے بولیں تو ثانیہ نے آرام سے جواب دیا۔

"سرعام اس لیے یہ سب ہو رہا ہے کہ یہی سب کام پہلے چھپ کر کرنے پر بھی سب سے جوتیاں پڑنے کا خدشہ ہوتا تھا۔ اب تو سب کے سامنے جب تک اتنی بے باکی نہ دکھاؤ تو۔ ماڈرن ازم پر حرف آجاتا ہے۔ بندہ دولت مند نہیں کہلاتا۔" ثانیہ کی باتوں نے ان کے غصے کو اور بھڑکایا اور انہوں نے اسی وقت عیسٰی کو بلوا بھیجا۔ بلیک پینٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس ویٹر فوراً جا کر ان کا پیغام عیسٰی کے کان میں انڈیل آیا۔

وہ اسی وقت سب سے معذرت کرتا ویٹر کی معیت میں ان کی جانب آیا۔ اتنی دور سے بھی ثانیہ نے سلمنہ کا کوفت سے سر جھٹکنا دیکھا تھا۔

"آپ کب آئیں؟" وہ خجالت سے کان کھجاتا پوچھنے لگا۔

"تب ہی‘ جب تم نے مجھے نہیں دیکھا۔" انہوں نے خفگی کا مظاہرہ طنز کی صورت میں کیا۔

"تو اتنے کارنر میں آکر کیوں بیٹھ گئی ہیں۔" وہ بھی ناراض ہوا تھا۔

"درمیان میں یہ موئی انگلش مووی جو چل رہی

ہے۔" وہ جل کر بولیں۔

"نہ میں کہتی ہوں یہ عائزہ کو دیکھنے والا کوئی نہیں۔ کیسے مسٹنڈوں میں پھنسی کھڑی ہے۔ اور تم خود کیسے سلینہ کو بغل میں لیے گھوم رہے ہو۔" ان کی باتیں سن کر ثانیہ خجل سی ہوئی مگر وہ ہنسنے لگا۔

"وہ مسٹنڈے عائزہ کے کلاس فیلوز ہیں۔ اس کے دوست۔"

"لعنت ہو ایسی روشن خیالی پر۔ توبہ استغفار۔" وہ مزید بھڑکیں۔

"دنیا میں کیا لڑکیاں ختم ہو گئی تھیں اس کی باری' دوستی کے لیے یا ان کو لڑکے نہیں ملے۔"

وہ پیچھے آ کر ان کے شانے دبانے لگا۔

"ریلیکس دادو۔ آپ یہاں انجوائے کرنے آئی ہیں یا اپنا بی پی بڑھانے۔"

"ارے ہٹو تم بھی۔" وہ ناگواری سے اس کے ہاتھ جھٹکنے لگیں۔

"میں تو کبھی بے حیائی کا حصہ نہ بنوں۔ مگر مجبور ہو جاتی ہوں۔ سوچتی ہوں کہ ان میں شامل ہو کر اپنے بچوں کے طور طریقے تو دیکھوں' تاکہ انہیں سمجھا سکوں۔ بات کروں گی میں معظم سے۔ ابھی تو میرے پاس بھی نہیں پھٹک رہا اور بہورانی کے تو مزاج ہی سب سے جدا ہیں۔ کپڑوں کا فیشن دیکھو ماں' بیٹیوں میں تفریق کرنا مشکل ہو رہا ہے۔"

"یہ تو اب کلچر بن چکا ہے ہماری کلاس کا دادو۔" وہ امریکہ پلٹ' اس کے لیے تو یہ سب "کچھ" ابھی نہیں تھا۔ آرام سے بولا۔

"شاباش۔ پیدائشی مسلمان ہو تم لوگ۔ "پاکستان" (پاک جگہ) پر پیدا ہوئے ہو۔ ایک خدا کو ماننے والے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے باوجود۔ "یہ سب" "تمہارا کلچر کب سے بن گیا؟"

ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

ثانیہ کو عیسیٰ کی درگت بنتے دیکھ کر مزہ آ رہا تھا' وہ بڑے اطمینان سے کرسی سے ٹیک لگائے اس کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

وہ شرمندہ سا کان کھجاتے ہوئے بولا۔

"سوری دادو۔ ایسے ہی منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں کہ منہ سنبھال کے اور دماغ بھی سنبھال کے چلاؤ۔"

وہ تنک کر بولیں۔ اور وہ جو ابھی تک محض اندر ہی اندر اس کی درگت سے محظوظ ہو رہی تھی اس کی شکل دیکھ کر بے اختیار ہی ہنس دی۔

چھن' چھن' چھن۔

کانچ کی چوڑیاں جیسے آپس میں ٹکرا گئی تھیں۔

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

اتنے مغربی ماحول میں بڑا مشرقی سا انداز اور سراپا تھا اس کا۔ اس پر اس کا چیلنج کرتا پر اعتماد رویہ۔ "کام والی" تو وہ لگتی ہی نہ تھی۔

دو سیکنڈ' چار' پانچ۔

عیسیٰ کی نگاہ کے جمود نے اسے پہلو بدلنے پر مجبور کر دیا۔ تب ہی اس کی باخبری بھانپ لینے پر وہ فوراً" زاویہ نگاہ بدل کر دادو سے تیکھے لہجے میں مخاطب ہوا۔

"آپ بھی نا دادو۔ آس پاس دیکھ کے نہیں ڈانٹتیں۔"

"ہاں۔ اب تخلیہ کراؤں تمہارے لیے۔"

وہ بے زار ہو رہی تھیں۔ ثانیہ کو ان کے الفاظ پر پھر ہنسی آئی۔ مگر وہ دبا گئی۔ اور اس کوشش میں اس کی سرخ پڑتی رنگت عیسیٰ سے مخفی نہ تھی۔

"اب میں جاؤں۔ سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" وہ ملتجیانہ انداز میں اجازت طلب کرنے لگا۔

"ہاں' ہاں' جاؤ جماعت تو جیسے تم ہی نے پڑھانا ہے۔ سب بے چارے باوضو کھڑے ہیں وہاں۔" وہ پھر سے تپ گئیں۔

"اوفوہ۔" وہ بے چارگی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ تو جیسے طنز میں سی ایس ایس کر رہی ہیں دادو۔" پھر کرسی گھسیٹتے ہوئے وہیں ان کے پاس بیٹھ گیا۔

"شاباش میرا بچہ۔ جیتا رہ۔" وہ فوراً" ہی خوش ہو کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے اس بدرنگی دنیا کا حصہ بننے کی۔ جب کنارے سے ہی سب دکھائی دے رہا ہو تو بیچ میں جانے کی ضد کیوں کرنی؟"

"رشتے بھی تو نبھانے پڑتے ہیں دادو۔" وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

"ہاں تو نبھاؤ۔ مگر اپنی بلندی پہ اپنی سطح پر رہ کے۔ دوسرے کے مقام تک آ کے رشتے نبھانا مشکل بھی ہوتا ہے اور ناقابل قبول بھی۔"

وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ پھر ایک دم ہی ثانیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اب ثانیہ ہی کو دیکھ لو۔ یہ بھی تو عائزہ سلینہ کی عمر کی ہے۔ مگر کتنی روشن پیشانی والی باآداب بچی ہے۔ کوئی فضول فیشن نہیں اور نہ ہی انٹ شنٹ روبتیاں۔ سب سے پہلی شے جو انسان کے باطن کا پتا دیتی ہے وہ ہوتا ہے اس کا لباس۔ باقی سب تو بعد میں پتا چلتا ہے۔"

"ہوں۔" اسے تو جیسے موقع مل گیا۔ تفصیلی نظروں سے ثانیہ کا جائزہ لیا جو دادو کی اس "دیکھ لو" والی پیشکش پر خوامخواہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

"ہر جگہ کا اپنا ماحول اور اس کے مطابق رہن سہن ہوتا ہے دادو جان! میں تو ہمیشہ سے ہی ایسے کپڑے پہنتی آئی ہوں۔" اس نے بات بدلنے کو کہا۔

"اپنے ہی مطلب... مشہور بوتیک کے اتنے مہنگے؟" وہ بھنویں اچکا کر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ثانیہ کا دماغ گھوم گیا۔

کیا جتانا چاہ رہا تھا وہ... کہ وہ اس کے دلائے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔

نہ ہوئی کوئی ایسی چیز کہ ابھی کے ابھی اس کے منہ پہ دے مارتی۔ دادو شاید اس کا موڈ بھانپ گئی تھیں فوراً" ملامتی انداز میں بولیں۔

"اس کا مطلب ہے پوری آستینوں والے اور دوپٹے کے ساتھ۔"

"اچھا اچھا۔ میں سمجھا شاید۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے پتا نہیں کون سے بدلے لے رہا تھا۔ ثانیہ کا جی چاہا اسے ایک سیکنڈ میں وہاں سے غائب کر دے۔ اس نے دل ہی دل میں اس کا ادھار چکانے کا مصمم ارادہ ایک بار پھر دہرایا تھا۔ (بلکہ منہ پہ مارنے کا۔)

"جائیں نا۔ آپ بھی جا کر رونق میلہ دیکھیں۔" وہ جان بوجھ کر بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔

"ابھی دیکھا ہے نا' یہاں رونق میلہ۔ جو دادو نے لگایا تھا۔"

وہ تڑاخ سے اس انداز میں بولی کہ عیسیٰ قہقہہ لگا بیٹھا۔ ساتھ ہی دادو کے چہرے پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

وہ ناراضی کے اظہار کے طور پر باقاعدہ چہرہ موڑ کے بیٹھ گئی۔

"کم آن عیسیٰ۔ تم تو یہیں چپک کے بیٹھ گئے ہو۔ بڈھوں کی طرح۔"

سلینہ کو اپنے آگے کوئی کم ہی دکھائی دیتا تھا۔ اب بھی دادو جان کے مرتبے کو نظر انداز کرتے ہوئے ناگواری سے بولی۔ پھر ساتھ ہی فریضہ نبھایا۔

"سلام دادو۔"

"والسلام۔" انہوں نے بھی اس کے بے تحاشا کھلے گلے اور گورے چکنے بازوؤں کی برہنگی پر دل ہی دل میں لاحول پڑھتے ہوئے ویسا ہی جواب دیا۔ ثانیہ کو تو اسے دیکھ کر ہی شرم آ رہی تھی۔

"یہ سوٹ لے کے آئی ہو اٹھارہ ہزار میں۔ کہیں بھی سوا پورا کپڑا نہیں لگا۔"

وہ رہ نہ سکی تھیں۔ سڈول پنڈلیاں کیپری میں سے اپنی بہار دکھا رہی تھیں۔ خوف خدا سے ان کا دل بے چین ہو اٹھا۔

"یہ فیشن ہے دادو۔" سلینہ اٹھلائی۔

"یہ فیشن ہے دوزخ کا۔" وہ تڑخ کر بولیں تو سلینہ کی رنگت سرخ پڑنے لگی۔

"عیسیٰ! تم چل رہے ہو یا یہیں بیٹھ کے وعظ سننے کا ارادہ ہے؟"

اس نے تنک کر حاکمانہ انداز میں پوچھا تو وہ بے چارگی سے دادو کو دیکھنے لگا۔

"مجھے کیا دیکھ رہے ہو۔ دل چاہ رہا ہے تو سو بار جاؤ۔ اور اگر چاہو تو اپنے نام ہی کی لاج رکھ لو۔ عیسیٰ۔"

وہ بے حد سنجیدگی سے بولیں۔

ثانیہ کو اس ستم ظریفی پر ہنسی آئی۔

کیا پیغمبرانہ نام تھا اور چھن۔

"عیسیٰ۔ وہاں سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ جوان کی بات کے گھرے پن میں چک پھیریاں کھا رہا تھا۔ اگلے ہی سیکنڈ میں سلمنہ اس کا ہاتھ تھامے کھینچتے ہوئے ساتھ لے گئی۔

دادو تاسف اور دکھ سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"خدا خیر کرے۔ جو فیصلہ کبھی معظم نے کیا تھا اور اپنی نسل خراب کرلی' اب ویسا ہی فیصلہ عیسیٰ نہ کرے۔ جیسی ماں آزاد خیال ویسی ہی بیٹیاں۔"

وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولیں تو ثانیہ نے نرمی سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے دبایا۔

"وہ بچے تو نہیں ہیں دادو جان! اپنا برا بھلا جانتے ہیں۔"

"نادانی میں غلط فیصلہ تو کر ہی سکتا ہے۔ ارادہ تو اس کا لگ ہی رہا ہے۔"

وہ اس کے بہلاوے میں نہ آئی تھیں۔

"ان کو بھی تو سلمنہ کی آزاد روش دکھائی دے رہی ہے دادو! اگر انہیں زندگی میں ایسا ہم سفر قبول ہے تو پھر یہ تو۔ ان کی اپنی چوائس ہے' اسے نادانی نہیں مرضی کہتے ہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"یہ کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو تم دادو کو۔؟" اپنی پشت پر سے ابھرنے والی عیسیٰ کی آواز نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"میں بھی کہوں دادو میری طرف سے کبھی اتنی بدگمان نہیں ہوئیں۔ یہ کس کے الفاظ جادو اثر کر رہے ہیں۔" وہ سیٹ سنبھالتے ہوئے طنزیہ بولا۔

"بدگمان؟" ثانیہ نے بھی تمسخرانہ انداز اپنایا۔

"ابھی تو میں آپ کی حمایت میں بول رہی تھی' ورنہ جو کچھ دادو جان آپ کو سنانا چاہ رہی تھیں وہ آپ سن نہ پاتے۔"

"یہ صحیح کہہ رہی ہے۔"

دادو نے آرام سے کہا تو وہ بے یقین نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"مجھے افسوس ہو رہا ہے دیکھ کر کہ یہ آزادی تمہیں پسند ہے؟" انہوں نے تاسف سے کہا تو وہ جرح کرنے لگا۔

"میں تو یہ سب دیکھ کے عادی ہو چکا ہوں' چاہے امریکہ ہی میں سہی۔ یہاں تو ماحول ہی ایسا ہے' میں جس سے بھی بات کروں گا آپ بے حیائی کا لیبل لگا دیں گی۔ سلمنہ تو پھر میری کزن ہے۔"

"میرا تو دل مکدر ہو رہا ہے عیسیٰ! ہر طرف بے حیائی ہی بے حیائی' عورت تو نامحرم کی دانستہ نگاہ پڑنے سے ہی میلی ہو جاتی ہے یہاں تو بانہوں میں بانہیں ڈالے پھر رہی ہیں سب۔"

"اوفوہ دادو۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" اس نے انہیں بہلانا چاہا۔

"چپ۔" انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔ پھر جلے کٹے انداز میں بولیں۔

"جیسے میں کچھ جانتی نہیں۔ اللہ ماریاں اتنے اتنے سے کپڑے پہن کے جیسے اپنے باپ بھائی کے بازو میں بازو ڈال کے گھوم رہی ہیں۔"

ان کی بات سن کے عیسیٰ نے زوردار قہقہہ لگایا۔ جبکہ ان کے کھلے ڈلے موضوع پر ثانیہ کا وہاں سے غائب ہو جانے کا دل چاہ رہا تھا۔ مگر مجبوری تھی کہ وہ وہیں بیٹھے رہنے پر مجبور تھی۔ اس کے بعد کیک کٹنے تک عیسیٰ صاحب وہیں نا صرف براجمان رہے' بلکہ اپنی دادی حضور کے ساتھ مل کر سب پر ایسے ایسے کمنٹس دیتے رہے کہ ثانیہ کی رنگت سرخ پڑ جاتی۔

کیک کاٹتے وقت عیسیٰ کا پھر سے بلاوا آگیا۔

"جاؤ۔ بے چاری سے چھری اکیلے نہ اٹھائی جائے گی آج۔"

دادو نے طنز کیا تو وہ ہنستے ہوئے چلا گیا۔

"اللہ شکر۔"

ثانیہ نے بے ساختہ با آواز بلند کہا تو دادو نے تحیر سے اسے گھورا۔

"افسوس۔ لیکن میری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی ہے کہ غیر مردوں کے ساتھ خوامخواہ یوں بیٹھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔"

اس نے صاف گوئی سے وضاحت کی تو انہوں نے آہ بھری۔

"وہ شریفوں کا ماحول ہے میری بچی! اس جگہ تو ایسے لوگوں کو دقیانوسی سمجھا جاتا ہے۔"

"مگر اپنے بیٹے کی پرورش تو آپ نے کی ہے۔ پھر وہ اس ماحول کے عادی کیونکر ہو گئے؟"

ثانیہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

وہ پھیکے انداز میں مسکرا دیں۔

"پرورش تو میں نے بہت اچھی کی تھی۔ مگر بعض بیویاں ہوتی ہیں ناشہ زور۔ اپنی منوا کے رہنے والی۔ اولاد جن کے قدموں کو سسرال میں اور مضبوط کرتی ہے۔ اس کی بیوی بھی ایسی ہی ہے۔ جنت کی راہ پہ چلا نہیں پائی شوہر کو۔ بس ہا۔"

"کھانا لگ گیا ہے۔ آپ کو بھوک لگی ہوگی' لے آؤں۔؟" ان کو آزردہ ہوتے دیکھ کر ثانیہ تیزی سے بات بدل گئی اور انہیں بھوک تو قطعاً نہیں رہی تھی۔ مگر محض اس کا ساتھ دینے کے لیے اثبات میں سر ہلایا تو وہ اٹھ کر ٹیبل کی طرف بڑھی۔

دادو کے لیے کھانا سرو کرکے وہ اپنی پلیٹ میں چاول نکال رہی تھی' جب اس کے پیچھے کوئی کھنکارا۔

"ایکسکیوزمی۔"

وہ مردانہ آواز پہ بے ساختہ پلٹی۔ ماڈرن حلیے والا جوان لڑکا اسی کی طرف متوجہ تھا۔

ثانیہ کو خیال آیا پورے فنکشن میں وہ عائزہ کے ساتھ گھومتا اور خود کو اس کا عاشق نمبرون ظاہر کرتا رہا تھا۔ اسے مسکراتے ہوئے مسلسل اپنی طرف متوجہ پاکر ثانیہ کے تاثرات میں ناگواری در آئی۔

اسے نظرانداز کرتی وہ اپنی ٹیبل کی جانب بڑھنے لگی تھی کہ غیر متوقع طور پر وہ اس کے راستے میں حائل ہو گیا۔ ثانیہ بدقت تمام سنبھلی اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کا؟"

اسے شدید غصے نے یک لخت ہی اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ بے حد ناگواری سے پوچھا۔

"آپ۔" وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ پر اعتماد انداز میں بولا لحظہ بھر کو تو ثانیہ بات بھول گئی۔ پھر خود کو سنبھال کر درشتی سے بولی۔

"آپ مسلسل دو گھنٹے سے جس "مسئلے" میں الجھے ہوئے ہیں اسی کو سلجھائیں۔ میں نہ تو ان فضولیات میں پڑنے والی لڑکی ہوں اور نہ ہی آپ کی ٹائپ کی۔ ناؤ ایکسکیوزمی۔"

اس کا اشارہ عائزہ کی طرف تھا۔

"آپ شاید مجھے جانتی نہیں ہیں۔ میرے ڈیڈی اس ملک کے ٹاپ کے انڈسٹریلسٹ ہیں اور میں ان کا اکلوتا وارث۔" وہ ہنوز اس کے راستے میں تھا۔ تفاخر سے اپنا تعارف کراتا۔

وہ تمسخرانہ مسکرائی۔

"اچھا۔ کتنے حج و عمرے کیے ہیں آپ کے ڈیڈی نے؟ اور آپ۔ دن میں کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟؟"

اس قدر غیر متعلق سوال پر وہ گڑبڑایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب تو آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہوگا مسٹر۔ اب آپ میرے راستے سے ہٹ جائیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اور اگر نہ ہٹوں تو۔؟" وہ اسی قدر غیر سنجیدہ تھا۔

"تو پھر آپ بہت گھٹیاپن کا ثبوت دیں گے۔"

ثانیہ نے اطمینان سے کہا تو اس نے اپنی طرف سے جیسے دھماکا کیا۔

"آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔ سب لڑکیوں سے الگ۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

مگر ثانیہ کے اعتماد میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ نگاہ

گھما کے ان دونوں کی طرف متوجہ عائزہ کے پورے گروپ کو دیکھ چکی تھی۔

"مگر آپ مجھے قطعاً "اچھے" نہیں لگے۔ دوسرے یہ کہ میں لڑکوں سے دوستی نہیں کرتی۔"

وہ آرام سے بولی اور اس کی قدرے سائیڈ سے ہو کر نکل آئی۔ اس سڑک چھاپ امیرزادے نے اس کا موڈ سخت خراب کیا تھا۔ یہ سب اسے عائزہ کی شرارت لگ رہی تھی۔

وہ دادو کے لیے سویٹ ڈش لینے گئی تھی' اس نے چمچے پر ہاتھ رکھا اور کسی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ۔

"مجھ سے کہیں نا۔ خادم کس لیے ہے۔" مسکراتا ہوا لہجہ۔

ثانیہ کی رنگت زرد پڑ گئی۔ وہی امیرزادہ۔ مگر اس قدر بڑھ جائے گا یہ اس نے گمان بھی نہ کیا تھا۔

اس کے ہاتھ پہ مضبوط مردانہ ہاتھ کی گرفت اور بڑھی۔

"یہ کیا گھٹیا حرکت ہے۔ ہاتھ پیچھے کرو۔" حواس میں آکر وہ بولی نہیں غرائی تھی۔

مگر ادھر وہی شکاری مسکراہٹ۔

"الو کے پٹھے۔۔۔" ہاتھ سے پلیٹ رکھتے ہوئے ثانیہ نے جتنے زور سے ہو سکا ہاتھ گھما کے اس کے منہ پہ دے مارا۔

کئی آنکھوں نے یہ انوکھا منظر دیکھا' کئی قہقہے تھم گئے۔

تھپڑ کھانے والے کی زندگی کا بھی شاید یہ پہلا اتفاق تھا' تب ہی وہ سکتے میں آگیا۔

"کیا ہوا۔۔۔ کیوں۔۔۔" سوالات' بڑھتا شور اور لوگوں کا گھیراؤ۔

ثانیہ تیزی سے دادو کی طرف بڑھ گئی۔ اتنی ہمت دکھا لینے کے بعد اس کا دل جیسے ہاتھوں پیروں میں دھڑکنے لگا تھا۔ اپنی سیٹ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے وہ یوں ہانپنے لگی جیسے میلوں چل کے آئی ہو۔

"ارے لڑکی! تمہیں کیا ہوا؟ کھانا ختم ہو گیا کیا؟"

دادو جان اس کی حالت دیکھ کر چونکی تھیں۔

"نہیں۔۔۔ وہ وہاں کوئی بدتمیز سا شخص کھڑا تھا۔"

ثانیہ کو لگ رہا تھا کہ اگلے چند لمحوں میں وہاں کی صورت حال کافی کشیدہ ہونے والی تھی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

وہ اپنے کیے پر شرمندہ نہیں تھی۔ مگر دل گھبرا رہا تھا۔

"کھانا تو ٹھیک سے کھالو۔ اسی لیے طبیعت خراب ہو رہی ہوگی۔"

"نہیں۔۔۔ بس کھا لیا۔ اب چلیں؟"

وہ ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ اور وہ کون سا پہلے ہی بڑے دل سے بیٹھی تھیں' "فوراً" ہی واپسی کو تیار ہو گئیں۔ مگر اسی وقت عائزہ اپنے ساتھ رابعہ بیگم کو لیے فوں فاں کرتی ان کے سر پہ موجود تھی۔

"گھٹیا لڑکی۔۔۔ یہ کیا حرکت کی ہے تم نے ہمارے مہمان کے ساتھ۔۔۔؟"

رابعہ بیگم اور ان کی زبان سے ثانیہ کو پہلی بار واسطہ پڑا تھا۔ لحظہ بھر کو وہ چکرا ہی گئی۔

"ہیں۔۔۔ بہو رانی۔۔۔ یہ کس سے مخاطب ہو تم؟"

دادو جان نے حیرت بھری ناگواری سے پوچھا تو وہ دانت پیستے ہوئے حقارت سے ثانیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اس خبیث سے نہیں پوچھا آپ نے۔ جسے اپنی چاکری پہ رکھا ہوا ہے۔"

"بہو!" وہ بھی جلال میں آئیں تو گرج اٹھیں۔ مگر ادھر بھی میاں کی لاڈلی رابعہ بیگم تھیں کسی کو خاطر میں نہ لانے والی۔

عائزہ بھی نفرت بھری نگاہوں سے ثانیہ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ شاید آنسو بھی بہا کر آئی تھی کہ اس کا "ہونے والا" منگیتر اپنی بے عزتی کروا کے شاید ہر رشتہ ختم کر کے جا چکا تھا۔

فاروق وارثی۔ کروڑ پتی شخص کا اکلوتا بیٹا۔ جسے اس محفل میں ایک ملازمہ سے تھپڑ کھاتے کئی آنکھوں نے دیکھا تھا۔

"ہاں جی! فوراً" سے پہلے اسے نوکری سے فارغ کریں۔ ہمیں ایسے گھٹیا لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

وہ چٹکی بجاتے ہوئے تنفر سے بولیں تو انہوں نے خود کو ٹھنڈا رکھتے ہوئے تحمل سے پوچھا۔

"اگر تم مجھے بتانا پسند کرو کہ اصل بات کیا ہے تو شاید میں کوئی بہتر فیصلہ کر سکوں۔"

"یہ۔۔۔" انہوں نے نفرت و حقارت سے خاموش بیٹھی ثانیہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر اسی لہجے میں بولیں۔

"اس نے ہمارے ایک معزز مہمان پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

دادو جان نے سوالیہ نظروں سے ثانیہ کو دیکھا۔ جو خاموش تو بیٹھی تھی' مگر ڈری سہمی نہیں۔ آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولی۔

"اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا دادو جان! اور فضول بکواس بھی کر رہا تھا۔"

دادو جان نے فاتحانہ نظروں سے رابعہ بیگم کو دیکھا' جیسے کہہ رہی ہوں دیکھا' اس نے اپنے کرتوتوں کے پیچھے مار کھائی' مگر اسی وقت عائزہ تلملا کر دانت پیستی ہوئی جیسے غرائی۔

"ہاتھ پکڑا تھا۔ عزت پہ تو ہاتھ نہیں ڈال دیا تھا نا۔۔۔؟"

"عائزہ۔۔۔" پوتی کی بات نے مسز ربانی کو جیسے منوں برف تلے دبا دیا۔ وہ صدمے کی گرفت میں آئی چند ثانیوں تک گم صم سی اسے دیکھے گئیں۔

خود ثانیہ جیسے اس کی بات سن کر بھڑک ہی تو اٹھی۔

"ہمارے ہاں تو اسی کو عزت پر آنچ آنا کہتے ہیں۔ تمہارے ہاں اس کا "پیمانہ" شاید بہت آگے تک کا ہے۔"

اس کا لہجہ سلگتا ہوا تھا۔

"دیکھ رہی ہیں ممی! اس کی شہ پا کر یہ اتنا بڑھ چڑھ کے بول رہی ہے۔"

عائزہ کے تو سر پہ جا بجھی تھی۔

"ہاں۔۔۔" دادو غصے سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "چلو لڑکی۔۔۔ مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔"

انہوں نے ثانیہ سے کہا تو وہ فوراً" اٹھ گئی۔ رابعہ بیگم ساس کو مزید کچھ نہیں کہہ سکیں تو بیٹی کو لیے فوراً" شوہر کی طرف بڑھیں' اب تو وہی معاملہ سنبھال سکتے تھے۔ وہ فوراً" سے پہلے ثانیہ کو بے عزت کر کے اس گھر سے نکالنا چاہتی تھیں۔

* * *

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا آکر یہ سب۔۔۔؟"

انہوں نے اپنے بستر پہ ٹکتے ہی پہلا سوال یہی کیا تو ثانیہ جز بز ہونے لگی۔

"اب میں پہلے آکر آپ کو بتاتی' پھر اسے جاکر تھپڑ مارتی؟"

"واپسی پر تو اپنا کارنامہ سنا سکتی تھیں نا۔ میں رابعہ بیگم کی طبیعت تو ٹھیک طرح سے صاف کرتی۔"

وہ جس طرح بولیں اس پر ثانیہ کو ہنسی آگئی۔ اندر داخل ہوتا عیسیٰ ٹھٹکا۔

اس قدر شفاف اور بے ریا ہنسی تھی کہ خود بخود قدموں کو روک گئی تھی۔

"بہت خوب۔ وہاں تباہی مچا کر یہاں قہقہے لگائے جارہے ہیں۔" سنبھلتے ہوئے وہ اونچی آواز میں کہتا اندر داخل ہوا تو ثانیہ خاموش ہو کر دادو جان کے سامنے بستر پر ہی ٹک گئی۔

"آپ بتائیں۔ کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟"

"تمہارا دل کیا کہتا ہے؟"

انہوں نے نگاہ بھر کے اس کی بے داغ پیشانی کو دیکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا تو وہ بے اختیار بولی۔

"میرا دل تو کہتا ہے کہ مجھے ایک اور تھپڑ مارنا چاہیے تھا۔" عیسیٰ اسے دیکھ کے رہ گیا۔

کیسی جی دار لڑکی تھی۔

"میں ذرا چینج کرلوں۔"

وہ عیسیٰ کو فرشتے کی طرح مسلسل سر پہ کھڑے دیکھ کر بہانے سے اٹھ گئی تو وہ گہری سانس بھرتا اسی کے

انداز میں دادو جان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ایسی ہوتی ہیں لڑکیاں۔۔۔ شریف اور شفاف کردار والی۔"

انہوں نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ مسکرایا۔

"میں نے بھلا کچھ کہا؟"

وہ تو گواہ تھا سارے منظر کا۔۔۔ خود بھی اسی ماحول کا حصہ ہونے کے باوجود ثانیہ کی جرات نے اسے بہت متاثر کیا تھا۔

"کہتے تو نہیں مگر آدھا ہوتا لباس پہننے والیوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کے گھومتے تو رہتے ہو۔" وہ ناراضی سے بولیں۔

"مگر اب بس دادو جان! آپ اب میرے ساتھ چلیں گی' میرے نئے گھر میں جو کب سے آپ کا منتظر ہے۔"

وہ ایک دم سے سنجیدہ ہو گیا۔

کب سے وہ ان کے پیچھے پڑا تھا کہ وہ اپنے گھر میں انہی کے ساتھ رہے گا مگر وہ مانتی ہی نہ تھیں۔

اب بھی چڑ گئیں۔

"وہاں جا کے دیواروں سے سر ٹکراؤں گی یا پتھروں سے۔"

"اُفوہ۔۔۔ آپ کی "خادمہ خاص" بھی تو ساتھ ہی ہو گی۔ اسی کی شکل دیکھتی رہیے گا۔"

"نہ۔۔۔" انہوں نے صاف انکار کیا۔

"اور ایک شریف اور شفاف کردار والی لڑکی ڈھونڈ لیجیے گا میرے لیے' یہاں رہوں گا تو میں اور بگڑ جاؤں گا دادو جان!"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو وہ چونکیں۔ کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ثانیہ جو ان کی گفتگو ختم ہونے کے انتظار میں دروازے سے لگی کھڑی تھی' اس کا دل بے ترتیبی سے دھڑکا۔

یہ لقب تو ابھی دادو جان نے اسے دیا تھا۔ شریف اور شفاف کردار والی لڑکی۔

"اس سے بھی تو پوچھ لو عیسیٰ مکرم! اسے بھی اپنے لیے شریف اور شفاف کردار والا لڑکا چاہیے ہو گا۔"

دادو جان نے نیم دراز ہوتے ہوئے حسب عادت طنز کیا مگر ان کا اطمینان ان کی مسکراہٹ سے ظاہر تھا۔

"آپ اسے گھر واپس بھیج دیں اور مجھ پہ چیک رکھیں دادو جان! آپ کو اس کے مقابل آ کے دکھاؤں گا۔"

وہ دعوے سے بولا تو جہاں انہیں ہنسی آئی' وہیں ثانیہ نے بھی دل پہ ہاتھ رکھا۔

خدا یہ کون سا معجزہ دکھانے والا تھا؟

"اچھی طرح سوچ لو عیسیٰ! یہ لمحوں کے فیصلے نہیں ہوتے۔" انہوں نے اسے خبردار کیا۔

"یہی تو لمحوں کے فیصلے ہوتے ہیں پیاری دادو! ہمارے گھر کو ایک ایسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے' بقول آپ کے جو شفاف اور شریف کردار کی حامل ہو۔ تو پھر یہ کیوں نہیں۔"

وہ بے حد سنجیدگی سے بولا تو اس ماحول کی پروردہ لڑکیوں کی بے باکی سے اکتائی مسز ربانی کے دل میں سکون سا بھر گیا۔ کوئی تو تھا جو یہاں سے فرار چاہتا تھا۔

"مانا کہ اس کی زبان بہت کڑوی اور ہاتھ بہت "کھلا" ہوا ہے مگر میں مینج کر لوں گا لیکن میں بیوی ایسی ہی چاہتا ہوں دادو جان! جو صرف مجھے اپنا ہاتھ پکڑائے۔" وہ انہیں مناتے ہوئے لاڈ سے کہہ رہا تھا۔

"یہ اس کی زندگی ہے عیسیٰ! اور اس کا فیصلہ وہ خود کرے گی اور اگر تم اپنی باتوں میں سچے ہو تو ادھر سے کبھی بھی انکار نہیں ہو گا۔"

وہ آرام سے بولیں تو اندر کھڑی ثانیہ سوچ میں پڑ گئی۔

تقدیر نے اس کے لیے کیا سوچ ڈالا تھا اور اسے کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟

اور یہ بات اسے اگلی صبح معلوم ہو گئی تھی۔

* * *

معظم ربانی نے صاف لفظوں میں دادو جان سے کہہ دیا کہ وہ ثانیہ جیسی ال مینرڈ لڑکی کو اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتے' سو وہ اسے فوراً" نوکری سے فارغ کریں اور یہ کہ وہ ان کے لیے ملازماؤں کے ڈھیر لگا دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

وہ بہت اطمینان سے ساری بات سنتی رہیں' اس دوران ثانیہ اپنے کپڑے سمیٹ کر بیگ میں رکھ رہی تھی۔ رابعہ بیگم کو اطمینان ہوا کہ وہ رخصتی کی تیاری میں تھی۔

معظم ربانی کو کافی دیر کے بعد احساس ہوا کہ ماں ایک لفظ بھی نہیں بولی تھیں' وہی بولتے جا رہے تھے۔ وہ ایک دم چپ ہو گئے۔

"بس؟ ختم ہو گئی تمہاری تقریر۔۔۔؟" وہ کھنکھاریں۔

بیوی کی کاٹ دار نگاہوں کے احساس سے وہ پہلو بدل کے رہ گئے۔

"بات یہ ہے معظم بیٹا! کہ یہ گھر اس لڑکی ہی کے نہیں' میرے بھی رہنے لائق نہیں رہا۔ مجھے بھی اس کے ساتھ ہی جانے دو۔"

"ہاں جی! کیا کہہ رہی ہیں آپ۔۔۔؟"

وہ بھونچکا رہ گئے۔

"کیونکہ اگر بھری محفل میں کوئی غیر مرد میرا ہاتھ پکڑتا تو میں بھی یہی کرتی جو اس شریف لڑکی نے کیا ہے۔ تو جب میری سوچ بھی اس کے جیسی ہی ہے تو پھر میرے لیے بھی تمہارے گھر میں ظاہر ہے کوئی جگہ نہیں ہو گی۔"

وہ بڑے پرسکون انداز میں کہتی انہیں سراپا ندامت بنا گئیں۔ اب تک خاموش بیٹھے عیسیٰ نے خاموشی کی جھیل میں پہلا پتھر پھینکا۔

"میں دادو جان کو اپنے گھر لے جا رہا ہوں۔"

"یہاں آپ کو کیا تکلیف ہے اماں جی؟"

وہ بوکھلائے جبکہ عقل کی اندھی رابعہ بیگم نے دل ہی دل میں شکر کا کلمہ ادا کیا' یہ سوچے سمجھے بغیر کہ بھری دھوپ میں چھتنار درخت کا سا کام دیتے ہیں بزرگ۔

"مجھے تو نہیں مگر شاید مجھ سے دوسرے بہت سوں کو تکلیف پہنچتی ہو اور بیٹا! وہ مسلمان ہی کیا جس سے کسی دوسرے مسلمان کو اذیت یا پریشانی ملے۔ دعا کرتی رہوں گی اس گھر اور اس کے مکینوں کی عزت اور خیر کی۔"

وہ آزردہ تھیں' اچھی طرح جان گئی تھیں کہ یہ گھرانہ نام نہاد ترقی کی کس راہ پہ جا رہا ہے مگر ان کی شنوائی ہی کہاں ہوتی تھی۔ سو اب ٹوکنے سے بہتر دعا کرنا ہی تھا۔

"اب اگر اماں جان فیصلہ کر ہی چکی ہیں تو پھر آپ انہیں مجبور مت کریں' انہیں تکلیف ہو گی۔"

رابعہ بیگم نے شوہر کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بظاہر آرام سے کہا تو وہ جتانے والی نظروں سے بیٹے کو دیکھنے لگیں پھر عیسیٰ کو مخاطب کیا۔

"عیسیٰ! جا کر ثانیہ کو حفاظت سے اس کے گھر چھوڑ آؤ' آگے جو کرنا ہو گا وہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔"

ثانیہ ان سے مل کر خاموشی سے اپنے بیگ کی جانب بڑھی جو اس سے پہلے ہی عیسیٰ نے اٹھا لیا تھا۔ وہ چپ چاپ باہر نکل گئی۔ عیسیٰ بھی اس کے پیچھے بڑھا۔ رابعہ بیگم نے بے حد ناگواری سے یہ منظر دیکھا تو وہ رہ نہ سکیں۔

"باہر اتنے ڈرائیور موجود ہیں اور آپ اسے عیسیٰ کے ساتھ بھیج رہی ہیں!"

"ان میں سے کوئی بھی عیسیٰ جتنا قابل اعتماد میرے نزدیک تو نہیں ہے۔"

انہوں نے اطمینان سے کہا پھر کھنکھاریں۔

"اور ویسے بھی۔۔۔ عیسیٰ مجھے اشارتاً" کہہ چکا ہے ثانیہ کی بابت۔"

"کیا مطلب۔۔۔ کیا کہہ چکا ہے؟" رابعہ بیگم کے کان کھڑے ہوئے۔

"یہی کہ اسے ایسی ہی مضبوط کردار کی لڑکی چاہیے جو اس کی آئندہ نسلوں کو بھی سیدھی راہ پر چلا سکے۔"

وہ دکھی نظروں سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولیں جس کی پیشانی ان کی بات سمجھتے ہوئے عرق آلود ہو رہی تھی۔

"واٹ۔" رابعہ بیگم کو جھٹکا لگا۔

"اس گھٹیا سے واقعہ نے اسے اتنا جذباتی کر دیا کہ وہ رات ہی رات میں اتنا فضول فیصلہ کر گیا۔"

"ہونہہ۔" دادو جان نے سر جھٹکا۔ "سنبھلنے کو ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے رابعہ بیگم! وہ مرد ہو کر جو بات سمجھ گیا' تم عورت ہو کر بھی اس کی نزاکت کو نہیں جان پائیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"سب جانتی ہوں میں' کس کی پڑھائی پٹیاں اور کس کی لگائی ہوئی آگ ہے یہ۔ ہونہہ۔"

وہ جاہلوں کی طرح چلاتی ہوئی اٹھیں اور پھر تنفر سے بولیں۔

"وہ دو ٹکے کی ملازمہ سنبھالے گی اس کی نسلوں کو اور سیدھی راہ پر چلائے گی۔ آج یہاں سے پھانس کے لے گئی ہے' کتنی کل وہاں سے آپ کو نکالے گی پھر میں آپ سے پوچھوں گی۔"

وہ جو منہ میں آیا واہی تباہی بکتی وہاں سے چلی گئیں اور ان کے پیچھے سر جھکائے سوچ میں گم معظم ربانی بھی۔

دادو جان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"خدا ہی تمہارا بھلا کرے میرے بچو! اور تمہیں عزت و آبرو سے رکھے۔ تمہاری ان عزتوں کی جو تم نے آدھے ادھورے کپڑے پہنا کر محفلوں میں سجا رکھی ہے' خدا حفاظت کرے۔"

وہ محو مناجات تھیں۔

اسے گھر کا پتہ بتا کر وہ خاموشی سے شیشے سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔

وہ کھنکھارا۔

"اگر اجازت ہو تو میں کچھ کہہ سکتا ہوں؟"

ثانیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ نظریں سامنے جمائے وہ اسی سے خاطب تھا۔

"یہ گاڑی کس کی ہے؟" ثانیہ نے اطمینان سے پوچھا۔

"میری ہے۔" وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"تو پھر میری اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے جو چاہے بولتے رہیے۔"

وہ بے نیازی سے بولی تو عیسیٰ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بلاواسطہ اجازت کا شکریہ۔"

ثانیہ سمجھ تو رہی تھی کہ وہ "کس" موضوع کو کھولنے کی کوشش میں ہے۔

"میں آپ کو کیسا لگتا ہوں؟"

منہ پھٹ تو وہ تھا ہی اور جس ماحول سے تعلق رکھتا تھا' وہاں اسے لپیٹ لپاٹ کے بات کرنا کہاں سکھایا گیا تھا۔

مگر ادھر بھی ثانیہ تھی۔

"ویسے ہی جیسے باقی انسان ہوتے ہیں۔" ثانیہ نے اچکا کر کہا تو وہ بے ساختہ ہنسا۔

"تھینک گاڈ! انسان تو لگتا ہوں۔"

"آپ نے جو ٹرن لیا ہے' اس طرف سے گھر دور پڑے گا۔ سیدھا راستہ ہی چلیے۔"

ثانیہ کی نگاہ باہر ہی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنا ہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔ ثانیہ خاموش رہی۔

"میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کیا مجھے سچ بتانا پڑے گا؟"

چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد ثانیہ نے جواباً پوچھا تو عیسیٰ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بالکل بھی اچھا نہیں ہے بلکہ جو کپڑے آپ نے مجھے خرید کے دیے تھے' ان کے پیسے میں آپ کے منہ پر مارنے کا سوچ چکی ہوں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اوہ مائی گاڈ۔"

وہ ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔

"اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے۔ میں کسی ایرے غیرے کا احسان لینا پسند نہیں کرتی۔"

وہ ناک چڑھاتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں بولی تو عیسیٰ نے اسے سراہا۔

"ویل ڈن۔ ایرے غیرے کا احسان لینا بھی نہیں چاہیے۔" پھر قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگا۔

"مگر جب ایرا غیرا اپنا بن جائے تو۔۔۔؟"

"آپ مجھے کتنا جانتے ہیں عیسیٰ! چار پانچ یا محض چھ ملاقاتیں۔۔۔؟" وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولی تھی۔

"واقعی۔۔۔ تم سچ کہہ رہی ہو مگر کل رات میں نے جتنا تمہیں جانا ہے وہ عمر بھر کے لیے کافی ہے' اور دادو جان کہتی ہیں کہ کسی کا دل پلٹنے کے لیے ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے۔" وہ سچے دل سے بولا تو ثانیہ کے دل پہ خیالی کثافت بھی ہٹنے لگی۔

"مگر آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔"

"تمہارا۔۔۔؟"

"میرے دل کے پلٹنے کا' کیونکہ نہ تو میں نے آپ کے متعلق کبھی ایسے سوچا ہے اور نہ ہی ارادہ تھا۔ مجھ میں اور آپ میں بہت فرق ہے۔" وہ بولی۔

"کروں گا' انتظار کروں گا مگر صرف ایک ہفتہ۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"اور پھر۔۔۔؟"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو وہ ہنس دیا۔

"سلینہ سے شادی نہیں کروں گا بلکہ دادو جان کو لے کر ملکہ عالیہ کے دربار میں حاضر ہو جاؤں گا پھر دیکھوں گا وہاں کیسے مجھے جان کی امان نہیں ملتی۔"

اس کے شوخ لہجے میں کہی بات نے ثانیہ کو بھی ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

بلاشبہ یہ سب بہت اچانک سہی مگر جب رب العزت اسباب پیدا کرتا ہے تو بندے کو ماننے ہی بنتی ہے۔

ثانیہ نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اسے محسوس ہوا کہ ابھی نہ سہی مگر شاید اگلے چند دنوں میں وہ بھی اس شخص کے فیصلے پر دل ہی سے راضی ہو جائے۔

کہ وہ تو محض ثانیہ کے ایک اچھے عمل سے متاثر ہو گیا تھا اور اب ثانیہ کو اس کے "متاثر ہونے" سے متاثر ہونا تھا۔ اسے زیر لب مسکراتے دیکھ کر عیسیٰ مطمئن سا سامنے صاف اور روشن دکھائی دیتی سڑک پہ گاڑی دوڑانے لگا۔

☆

ماہنامہ
حنا
بہنوں کا اپنا ماہنامہ
لاہور

ستمبر 2009 کا شمارہ شائع ہو گیا ہے

ستمبر 2009 کے شمارے کی ایک جھلک

☆ اداکارہ "منزیال گوہر" سے ملاقات،
☆ "عید گنگنانے لگی" عید کے حوالے سے مصنفین سے سروے،
☆ "یادداشت" فرحت شوکت کا نیا سلسلے وار ناول،
☆ "میرے ساحر سے کہو" تحسین اختر کا سلسلے وار ناول،
☆ "محبت اب نہیں ہوگی" کنول ریاض کا مکمل ناول،
☆ "میرے چارہ گر میرے مہربان" تحسین اختر کا سلسلے وار ناول،
☆ "عجب سلسلے ہیں وفا کے" سعدیہ عابد کاشف کا سلسلے وار ناول،
☆ "زیست کا سفر" سندس جبیں کے کا مکمل ناول،
☆ "اُجالا ہو لینے دو" سباس گل کا ناولٹ،
☆ "یہ جو دل پہ داغ ہیں" حمائل نتاوش کا ناولٹ،
☆ نازیہ ضیاء، بشریٰ ناز، ہما راؤ، حمیرا ارباب اور عذرا فردوس کے افسانے،

پیارے نبی ﷺ کی باتیں، انشاء نامہ، انٹرویو، شوبز کی دنیا کی دلچسپ معلومات اور عید سروے کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں

ستمبر 2009ء کا شمارہ
آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں